مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سن ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت اور تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہو گی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library

(ماہنامۂ اردو)

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

(یعنی)

دنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ رمضان ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۳۸ء

جلد ۳۷ عدد ۸

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۷	۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ نومبر سنہ ۱۹۳۸ء	عدد ۶

فہرست مضامین

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم	ص۲	چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے اقتباس
	ص۳	درس القرآن فرمودہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ
پردہ		از افاضات سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
تردید دلائل انقطاعِ نبوت بعد آنحضرت صلعم	ص۱۷	علی محمد اجمیری
حضرت مسیح موعودؑ اور اہلِ بیت نبویؐ	ص۲۷	"ابنِ عمر"
اسلامی مجالس	ص۳۷	
شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب	ص۴۱	مولانا تاج الدین صاحب فاضل لائل پوری

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے)

یسوع کی سوانح لکھتے وقت ہر ایک محقق کو یہ بات کھٹکتی ہے کہ انجیل نویسوں نے دیدہ دانستہ اپنی پیش کردہ یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارۃً بیان کرنے سے بھی پہلوتہی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر ارادتًا پردہ ڈالا گیا ہے جبکہ وہ عین شباب کے دنوں میں تھا اور جب اس کی اخلاقی حالت کیلئے بُرے جذبات کا روکنا نہایت قابلِ فخر تھا لیکن انجیل نویسوں نے دیدہ دانستہ اس کی پہلی تیس سالہ زندگی کو بیان کرنے سے کنارہ کشی کی ہے۔ انہوں نے اس کی زندگی اس دن سے شروع کی ہے جب وہ یردن کے پاک پانی سے صاف ہو کر اور یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیکر ایک تبدیل شدہ انسان بنا۔ اگر اس زمانہ کی نسبت جہاں انجیل نویسوں نے خاموشی اختیار کی ہے، دوسرے ذرایع سے پتہ لگایا جائے اور مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے، تو اس میں شک نہیں کہ اس کی سوانح میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کا نمونہ نہیں ملتا۔ مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اس وجہ سے اسکے استاد نے ناراض ہو کر اسے عاق کر دیا۔

اس بارہ میں یسوع کا ایک اپنا مقولہ بھی قطعی ثبوت ہے، انجیل متی ۱۹/۱۶-۱۷ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ "اے نیک استاد میں کونسا نیک پاک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں" تو اس نے جواب دیا "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کا نیک کہلانے سے انکار کرنا اسواسطے تھا کہ وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا تھا۔ اس موقعہ پر جو جواب یسوع کی عصمت کے حامی دیتے ہیں وہ بجائے خود اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ انکے پاس کوئی جواب نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ یسوع خدا تھا اسلئے ایسے جواب سے اس کا منشاء صرف یہ تھا کہ وہ شخص جو اُسے صرف انسان سمجھتا ہے اُسے نیک نہ کہے۔ کیونکہ کوئی انسان گناہ سے بری نہیں۔ اسلئے کوئی بشر نیک نہیں کہلا سکتا لیکن ایک موٹی سی موٹی عقل والا انسان بھی اس بیان کی بیہودگی کو سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر یسوع صاف طور پر اپنی خدائی کا دعوےٰ یہودیوں کے سامنے پیش کر چکا تھا، تو ضرور تھا کہ وہ اسے اپنی شریعت کی رُو سے ایک مرتد اور نہایت گنہگار شخص خیال کرتے ہوں، اور شریعت موسوی کے لحاظ سے وہ موت کا سزاوار ٹھہرایا جاتا۔ پس کس طرح ایک یہودی اس

پردہ

(درس القرآن فرمودہ حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

:(۱):

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (احزاب-۸)

اے نبی کہدو اپنی بیویوں سے اور بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ اپنے قریب کرلیا کریں اپنے جلابیب کو یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں پس انہیں نہ ایذا دی جائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جلابیب- جلباب کی جمع ہے' اور جلباب عربی میں مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی۔ اُر اس کے حسب ذیل معانی بیان کئے گئے ہیں:-

اوّل- قمیص- دوئم- وہ کپڑا جو سارے جسم کو ڈھانپ لے- سوئم- وہ کپڑا جو خمار (اوڑھنی) سے بڑا اور رداء (چادر) سے چھوٹا ہو- اور جس سے عورت اپنا سر اور سینہ ڈھانپ سکے چہارم عورت کی بڑی سے چھوٹی چادر یعنے دوپٹہ بشرطیکہ موٹا ہو- پنجم وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر لپیٹی جاتی ہے- ششم وہ کپڑا جس سے عورت اپنے آپ کو یا اپنے کپڑوں کو ڈھانپے جیسے بڑی چادر- ہفتم بعض نے کہا ہے کہ جلباب اور خمار کے ایک ہی معنے ہیں- ہشتم ابن حجر کہتے ہیں کہ جلباب خمار سے چھوٹا ہوتا ہے' لیکن چوڑا زیادہ ہوتا ہے- نہم جلباب اس چھوٹی اوڑھنی کو بھی کہتے ہیں' جس کو سر پر رکھ لیتے ہیں- عرب عورتوں کا دستور تھا کہ چھوٹی اوڑھنی سر پر رکھتی تھیں اس کے علاوہ ضرورت کے وقت بڑی چادر بھی اوڑھ لیتی تھیں-

مذکورہ بالا معانی میں سے مندرجہ ذیل تین معنے یہاں چسپاں ہو سکتے ہیں (۱) سر پر باندھنے کی چھوٹی اوڑھنی (۲) بڑی سے چھوٹی چادر جس سے عورت اپنا سر اور سینہ ڈھانپ سکے (موٹا دوپٹہ) (۳) بڑی چادر جس سے عورت اپنے جسم اور کپڑوں کو ڈھانپ سکے-

سورۃ نور کے رکوع چہارم میں بھی اللہ تعالےٰ نے پردہ کا ذکر کیا ہے- چنانچہ فرمایا-

وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر لا ڈالیں۔
دراصل قرآن مجید نے اس ضمن میں دو علیحدہ علیحدہ حکم دیئے ہیں۔ اوّل حجاب کا جو آیت مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (احزاب - ۷) سے مستنبط ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ گھروں میں غیر مردوں سے عورتوں کا باہمی خلا ملا نہ ہو۔ اور دوسرا حکم مذکورہ بالا آیت میں دیا گیا ہے، جسے ہم پردہ کہتے ہیں۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں جب گھر سے باہر نکلیں تو اس طرح نکلیں کہ ان کی زینت ظاہر نہ ہو۔
ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ - اس کے معنے بعض نے یہ کئے ہیں کہ:۔
"یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی نہ جائیں"
انہوں نے اَنْ کے بعد لَا محذوف قرار دیا ہے۔ یعنی اَنْ لَّا يُعْرَفْنَ مراد ہے۔ اور ان کے نزدیک آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہود اور منافقین کا یہ طریق تھا کہ وہ مسلمانوں کے اُن خاص خاص خاندانوں کی عورتوں سے جن سے انہیں دشمنی تھی، اور جن کو تکلیف پہونچنے سے سارے مسلمانوں کو دُکھ ہوتا تھا، استہزاء اور چھیڑ خانی کرتے تھے۔ اِس سے اُن کا مطلب مسلمانوں کو تکلیف دینا اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنا تھا۔ اور جب ان سے بازپرس ہوتی تو وہ کہدیتے کہ ہم تو لونڈی سمجھے تھے۔ اس شرارت کا سدّباب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیدیا کہ مسلمان عورتیں جلباب ڈال لیا کریں۔ تا یہود اور منافقین اُن خاندانوں کی عورتوں کو جن سے انہیں دشمنی ہوتی تھی پہچان نہ سکیں، اور نہ انہیں استہزاء اور مخول کر سکیں۔ اس طرح ان کو تکلیف بھی نہ پہونچے گی۔
لیکن بعض مفسرین نے اَنْ يُّعْرَفْنَ میں لَا محذوف قرار نہیں دیا۔ اور آیت کے معنے یہ کئے ہیں کہ "یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور انہیں تکلیف نہ دی جائے"۔ اور انہوں نے پہچاننے سے مراد یہ لی ہے کہ آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں امتیاز ہو جائے۔ تا منافق یہ عذر نہ کر سکیں کہ ہم لونڈی سمجھے تھے۔

Digitized by Khilafat Library

مولوی محمد علی صاحب نے بھی یہی معنے لکھے ہیں۔ اور اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ پردہ صرف مسلمان عورتوں کو شناخت کرنے کے لئے تھا۔ یعنے یہ کہ لونڈی اور آزاد میں امتیاز ہو جائے۔ تا منافق آزاد مسلمان عورتوں سے استہزاء نہ کر سکیں۔
مجھے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ہم خیال دیگر مفسرین پر تعجب آتا ہے کہ انہوں نے ایسے

غیر معقول معنے کیونکر بیان کر دیئے۔ اسلام نے اخلاق کی تعلیم انسانیت کو مدنظر رکھ کر دی ہے، نہ کہ خاندانوں کے لحاظ سے۔ اس سے زیادہ اسلام کی کیا ہتک ہوگی کہ وہ آزاد عورتوں کی عزت و عصمت کی حفاظت کی فکر تو کرے، لیکن لونڈیوں کی بے عزتی اور بے حرمتی اور ان کے ساتھ استہزاء اور تمسخر پر خاموش رہے، اور اسے برداشت کرلے۔ جو شخص اسلام کے بنیادی مسائل سے تھوڑی سی واقفیت بھی رکھتا ہے اور اسلامی تعلیم پر اس نے ذرا بھی نگاہ کی ہے وہ اس فرق کو نہ صرف تسلیم کرنے سے انکار کرے گا، بلکہ اُسے انتہائی نفرت و حقارت سے دیکھے گا۔ اسلام میں ایک لونڈی کی وہی عزت ہے جو ایک آزاد عورت کی۔

Digitized by Khilafat Library

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اسلام نے لونڈیوں اور آزاد عورتوں کی سزاؤں میں فرق کیوں رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لونڈیوں کے لئے نصف سزائیں ان کی مجبوریوں کی وجہ سے رکھی گئی ہیں، نہ کہ ان کی عزت کی کمی کی وجہ سے۔ یہ تو ان کی رعایت ہے نہ کہ عدم رعایت۔ کیا لونڈیوں سے مخول کرنا یا انہیں چھیڑنا اور ان کی بے عزتی کرنا شریعت میں جائز ہے؟ اَنْ یُّعْرَفْنَ کے یہ معنے کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ لونڈیوں سے آزاد عورتیں پہچانی جا کر ممتاز ہو جائیں یہ معنے کیوں نہیں کر لئے جاتے، کہ وہ پہچانی جائیں کہ مسلمان عورتیں ہیں۔ اور انہیں تکلیف نہ دی جائے۔ یعنی آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں کوئی فرق اِن معنوں کے لحاظ سے نہ ہو۔

یہ بات غلط ہے کہ لونڈیوں کے لئے پردہ نہیں ہے۔ ان کے لئے پردہ ہے۔ ہاں حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ کام کاج کرنے کی وجہ سے وہ گھر میں بیٹھی نہیں رہ سکتیں۔ انہیں ضرور باہر جانا پڑے گا اس لئے شریعت انہیں یہ حکم نہیں دیتی کہ وہ گھر میں ہی رہیں، اور باہر نہ جائیں۔ البتہ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے ماتحت ان سے یہ چاہتی ہے کہ جسم کا جو حصہ مجبوراً ظاہر نہ کرنا پڑے اس کے ظاہر کرنے سے پرہیز کریں۔

اس زمانہ میں پردہ کا مسئلہ خصوصیت سے لوگوں کے دلوں میں خلجان اور ہیجان پیدا کر رہا ہے۔ اس لئے مَیں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ پردہ کا مضمون قرآن شریف میں دو جگہ آیا ہے۔ ایک سورۂ نور رکوع چہارم میں، اور دوسرے سورۂ احزاب رکوع ہفتم و ہشتم میں۔ اور دونوں جگہ پر آپس میں کسی قدر فرق ہے۔ سورۂ نور میں حسب ذیل آیات میں اس کا ذکر آتا ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى
لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ
اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى
جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ
اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ
اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ
اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ
بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ
اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ
اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ
لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ
وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا
يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

کہدو مومن مردوں کو وہ نیچی رکھیں اپنی نگاہیں
اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں کی یہ زیادہ
پاکیزہ ہے ان کیلئے۔ یقیناً اللہ خبر رکھتا ہے جو
وہ کرتے ہیں۔ اور کہدو مومن عورتوں کو کہ وہ نیچی
رکھیں اپنی نگاہیں۔ اور حفاظت کریں اپنی شرمگاہوں
کی۔ اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر جو ظاہر
ہوجائے اس سے۔ اور وہ ڈال لیں اپنی
اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔ اور نہ ظاہر کریں
کسی پر اپنی زینت سوائے اپنے خاوندوں کے یا
باپوں کے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے یا
اپنے بیٹوں کے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں
کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھائیوں کے
بیٹوں کے یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے یا اپنی
عورتوں کے یا غلاموں کے یا مردوں میں سے
ایسے خادموں کے جو نکاح کی حاجت نہیں رکھتے
یا ان لڑکوں کے جو عورتوں کے پردہ کی باتوں
سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ وہ ماریں اپنے پاؤں
اسطرح کہ ظاہر ہوجائے جو کچھ وہ اپنی زینت سے
چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! سب اللہ کی طرف
رجوع کرو تا تم کامیاب ہوجاؤ۔

اور سورہ احزاب میں حسب ذیل آیات میں پردہ کا ذکر آیا ہے:۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ
لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا

اور نہیں ہے کوئی گناہ اُن پر ان کے باپوں کے
بارہ میں اور نہ انکے بیٹوں کے اور نہ انکے بھائیوں

اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○

کے اور نہ انکے بھائیوں کے بیٹوں کے اور نہ انکی بہنوں کے بیٹوں کے اور نہ انکی عورتوں کے اور نہ انکے غلاموں کے بارہ میں ۔ اور اے بیبیو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یقیناً اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

نیز فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

اے نبی! کہدو اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ قریب کرلیا کریں اپنے جلابیب کو۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں۔ پس نہ انہیں ایذا دیجائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۃ نور اور سورہ احزاب کی مذکورہ بالا آیات میں مضامین کے لحاظ سے **پہلا فرق** یہ ہے کہ سورۂ احزاب میں

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ

وہ اپنے قریب کرلیا کریں اپنے جلابیب کو۔

کے الفاظ فرمائے۔ اور سورہ نور میں

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

وہ ڈال لیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔

کے الفاظ فرمائے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ سورہ احزاب میں نتیجہ

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ

یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں پس ان کو ایذا نہ دی جائے۔

قرار دیا۔ اور سورہ نور میں نتیجہ

تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے مومنو! سب اللہ کی طرف رجوع کرو تا تم کامیاب ہوجاؤ۔

کے الفاظ میں بیان فرمایا۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ سورہ نور میں مردوں اور عورتوں کو غض بصر کا حکم دیا گیا ہے مگر سورہ احزاب میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ سورہ احزاب میں پردہ والی آیت سے پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ الآیۃ — اور نہیں ہے کوئی گناہ انکے باپوں کے بارہ میں الخ

لیکن سورہ نور میں سب مسلمان عورتوں کو پردہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:-

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ الآیۃ — اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر اپنے خاوندوں پر الخ

گویا سورہ نور میں دیگر رشتہ داروں کے علاوہ خاوندوں کا ذکر بھی ہے۔ لیکن سورہ احزاب میں خاوندوں کا ذکر نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پانچواں فرق یہ ہے کہ سورہ نور میں اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (ان کے خاوندوں کے باپ) اور اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (ان کے خاوندوں کے بیٹے) کے الفاظ سورہ احزاب والی آیت سے زائد ہیں گویا سورہ نور میں آٹھ رشتہ دار بیان کئے گئے ہیں۔ اور سورہ احزاب میں پانچ۔

چھٹا فرق یہ ہے کہ سورہ احزاب میں رشتوں کے علاوہ (۱) نِسَآئِهِنَّ اور (۲) مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ زائد بیان کئے گئے ہیں۔ مگر سورہ نور میں (۱) نِسَآئِهِنَّ (۲) مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (۳) اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اور (۴) اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ زائد بیان کئے گئے ہیں۔

ساتواں فرق یہ ہے کہ سورہ احزاب میں چال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو یہ حکم ہے کہ:-

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ — وہ باتوں میں نرمی اور خضوع اختیار نہ کریں۔

لیکن سورۃ نور میں مومن عورتوں کو حکم دیا:-

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ — اور نہ وہ ماریں اپنے پاؤں اس طرح کہ ظاہر ہو جائے جو کچھ وہ اپنی زینت سے چھپاتی ہیں۔

تعجب ہے کہ مفسرین نے اِن فرقوں اور اِن کی حکمتوں پر غور نہیں کیا۔ حالانکہ یہ قرآن کریم کے حسن کی دلیل ہیں۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے فرق کی حکمت آگے چل کر جہاں اصل مضمون بیان کیا جائیگا بتائی جائے گی۔ **چوتھے فرق** کی حکمت یہ ہے کہ سورہ احزاب میں لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآءِ هِنَّ والی آیت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے معاملات یعنے دعوت وغیرہ کا ذکر ہوا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم (جو بعل یعنی خاوند ہیں) کے گھر میں ہونے کا ذکر آچکا تھا، اس لئے بُعُوْلَتِهِنَّ کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ اور دوسری حکمت اس کی یہ ہے کہ سورہ احزاب میں زینت کے اظہار سے ممانعت کا ذکر نہیں ہے۔ اور سورہ نور میں زینت کے اظہار سے ممانعت پر زور دیا ہے۔ پس چونکہ سورہ نور میں زینت کا ذکر ہے اس لئے وہاں بُعُوْلَتِهِنَّ (خاوندوں) کا ذکر ضروری تھا۔ کیونکہ عورت کے لئے زینت کے اظہار کا موزون محل اُس کا خاوند ہے۔ اس لئے جہاں زینت کا ذکر ہوا، وہاں خاوند کا ذکر ضروری ٹھہرا۔

پانچویں فرق کی حکمت یہ ہے کہ سورۃ احزاب میں اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرما چکا تھا کہ

Digitized by Khilafat Library

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ — محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

اور سورۂ احزاب میں چونکہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں ہی کا ذکر ہے، اس لئے اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ (خاوندوں کے بیٹوں) کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن سورۂ نور میں چونکہ عام مسلمانوں کا ذکر تھا، اور ان کے بیٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ کے الفاظ فرمائے۔

اسی طرح چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بھی فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے سورۂ احزاب میں اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ کے الفاظ نہ فرمائے۔ لیکن سورہ نور میں اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ بیان کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ وہاں عام مومنوں کا ذکر تھا۔

چھٹے فرق کی حکمت یہ ہے کہ سورۂ احزاب میں اَلتّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ کی اس لئے ضرورت نہ تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں کوئی ایسا آدمی نہ تھا، جو

اس کا مصداق ہو۔کیونکہ اس سے مراد ایسے نیم عقل لوگ ہیں جو شادی کے ناقابل ہوں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا آپ کی بیویوں کے رشتہ داروں میں کوئی ایسا نہ تھا۔

سورۂ احزاب میں اَلطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں غیر محرم لڑکوں کو داخل ہونے کی ممانعت ہوگی۔ تا وہ بچپن اور نادانی سے کوئی ایسی بات باہر جاکر نہ کریں۔ جس سے کسی غلط فہمی کے پھیلنے کا امکان ہو۔ گو یہ خیال کسی تاریخی شہادت پر مبنی نہیں ہے مگر عقلاً اس کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے

Digitized by Khilafat Library

ساتویں فرق کی حکمت یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو یہ حکم تھا کہ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ یعنی بغیر اشد اور خاص ضرورت کے باہر نہ نکلو۔ کیونکہ لوگوں کو ان کے پاس مسائل پوچھنے آنا تھا، اور وہ دنیا کی استانیاں بننے والی تھیں۔ اس لئے اُن کے لئے تو فرمایا کہ وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ یعنے نرمی سے بات نہ کرنا تاکوئی ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔ لیکن عام مسلمانوں کی عورتوں کو چونکہ باہر جانے کی ضرورت ہے اس لئے انھیں چال ٹھیک رکھنے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ۔

پردہ کا جو مفہوم پہلے عملی طور پر سمجھا جاتا تھا آجکل اس کے خلاف ایک اور مفہوم پیدا ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ کہ مُنہ کا پردہ نہیں ہے۔ مصر میں اس کے متعلق عام چرچا ہے۔ وہاں کے علماء اور مصنفین اس بات پر زور لگا رہے ہیں، کہ کسی طرح پردہ کے مفہوم میں فرق پڑ جائے۔ ہندوستان میں نیچری لوگ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے بھی اس پر خاص زور دیا ہے۔ یورپ میں پردہ کے بارہ میں خاص طور پر ہمارے لئے مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی تو آخر مسلمان ہی ہیں۔ جو مُنہ کا پردہ نہیں کرتے۔ تھوڑے دن ہوئے ایک البانین طالب علم مجھ سے ملنے آیا۔ وہ بھی اس بات کو بار بار پیش کرتا تھا کہ مُنہ کا پردہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور وہی دلائل بیان کرتا تھا جو مولوی محمد علی صاحب نے گذشتہ حنفی ائمہ اور علماء کی کتابوں سے پیش کئے ہیں اور وہ مختصراً یہ ہیں:۔

پہلی دلیل۔ سورۂ نور میں جس طرح عورتوں کو:۔

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ — عورتیں نیچی رکھیں اپنی آنکھیں

کا حکم دیا ہے اسی طرح مردوں کو

يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ — مرد نیچی رکھیں اپنی آنکھیں

کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ جس طرح مردوں کے باہر نکلنے کے مواقع ہیں، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی باہر نکلنے کے مواقع ہیں۔ اور جب دونوں باہر نکلیں گے۔ تو چونکہ ایک دوسرے کے سامنے ہونگے اس لئے غضِّ بصر کا حکم دیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کی نظر پڑنے کا امکان ہے۔ اسی طرح عورتوں کی مردوں پر نظر پڑنے کا امکان ہے۔ پس عورتوں کے لئے ایسی اوڑھنی تجویز کرنا جس میں سے ان کو کچھ نظر ہی نہ آئے قرآن شریف کے منشاء کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر عورتوں کو کچھ نظر ہی نہ آئے گا تو وہ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کے حکم پر عمل کیسے کریں گی۔ اس صورت میں تو یہ حکم بالکل بے فائدہ ہوگا۔ پھر اگر عورتوں کے جسم کا کوئی حصہ ننگا ہی نہ ہوگا جس پر نظر پڑ سکے تو مرد غضِّ بصر کیا کرے گا؟ پس معلوم ہؤا کہ عورتوں کے جسم کا کچھ حصہ ننگا رہے گا، تبھی تو مردوں کو آنکھیں نیچی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ حصہ ان کے نزدیک مُنہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

جواب۔ غضِّ بصر کے حکم کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ مردوں اور عورتوں کے مُنہ کھلے ہونگے، اس لئے ہر دو کو غضِّ بصر کا حکم دیا گیا۔ بلکہ اس کے اور وجوہات بھی ہیں۔ عورتوں کے لئے تو صاف وجہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ جب وہ باہر نکلیں گی تو مَردوں کے منہ چونکہ کھلے ہوں گے، اس لئے ان کو حکم دیا گیا کہ نظریں نیچی رکھیں۔ اور مردوں کو تاڑ تاڑ کر نہ دیکھیں اور غضِّ بصر کے حکم سے یہ استدلال کرنا کہ مُنہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے بالکل مضحکہ خیز ہے۔ کیونکہ دیکھنا آنکھوں سے ہے نہ مُنہ اور ہاتھوں سے۔ باقی رہا مَردوں کو غضِّ بصر کا حکم سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ باہر نکلیں گے تو ان کے سامنے صرف مسلمان عورتیں ہی نہیں آئینگی بلکہ ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی عورتیں بھی آئیں گی، جو پردہ میں نہ ہوں گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے غضِّ بصر کا حکم دیا۔ اگر تو صرف مسلمان عورتوں ہی کو دیکھنے سے منع ہوتا تب بے شک یہ استدلال صحیح ہو سکتا تھا کہ مسلمان عورتوں کو مُنہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے۔ لیکن اسلام نے

صرف مسلمان عورتوں ہی کو دیکھنے سے منع نہیں فرمایا، بلکہ ہر مذہب و ملّت کی عورتوں کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور غیر مذاہب کی عورتیں چونکہ پردہ نہیں کرتیں، اس لئے مسلمان مَردوں کو حکم ہُوا کہ تم غضِّ بصر کرو۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مُنہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے وہ مَردوں کو غضِّ بصر کے حکم سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عورتوں کا منہ اور ہاتھ کھلے ہوں گے تبھی تو ان کو غضِّ بصر کا حکم دیا گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مَردوں کو غضِّ بصر کے حکم کی یہ وجہ کیوں نہ مانی جائے کہ چونکہ ان کے سامنے ہندو سکھ، اور عیسائی وغیرہ عورتیں آئیں گی جو بے پردہ ہوتی ہیں۔ اس لئے ان سے غضِّ بصر کا حکم دیا گیا پھر مسلمان عورتوں میں سے بھی بعض کو پردہ کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور مردوں کو غضِّ بصر کا حکم دینے کی ایک یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اور ان کا یہ کہنا کہ "ایسی اوڑھنی تجویز کرنا جس میں سے ان کو کچھ نظر ہی نہ آئے قرآن شریف کا منشاء نہیں ہے۔" بالکل بے معنی ہے کیا جو عورتیں بُرقع پہنتی ہیں یا گھونگٹ کرتی ہیں اور مُنہ چھپا کر باہر نکلتی ہیں ان کو کچھ نظر نہیں آتا؟ کیا ان کو راستہ کوئی اور دکھاتا ہے؟ پس مُنہ کا پردہ کرنے کے حکم کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عورتوں کے لئے ایسی اوڑھنی تجویز کی گئی ہے جس سے کچھ نظر ہی نہ آئے

دوسری دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں آیا ہے:۔

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا — مگر جو ظاہر ہو اس (زینت) سے

اور اس کے معنے یہ ہیں کہ جسم کے جن حصّوں کو عادت جاریہ کے ماتحت کھلا رکھا جاتا ہے انھیں کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور وہ منہ اور ہاتھ ہیں۔ امام رازیؒ نے قفال سے یہی معنے نقل کئے ہیں۔ اور صاحب رُوح المعانیؒ اور علامہ زمخشریؒ نے بھی انہی معنوں کی تائید کی ہے پھر عقل بھی یہی کہتی ہے کہ عام ضرورتوں اور حالتوں میں جو حصہ ننگا ہوتا ہے وہ ہاتھ اور منہ ہی ہے۔ چنانچہ شاید پانچ فیصدی عورتیں ایسی ہیں جو منہ اور ہاتھوں کا پردہ کرتی ہیں اور باقی پچانوے فیصدی وہ ہیں جو منہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں کرتیں۔

جواب۔ عادت جاریہ سے مراد اگر ساری دُنیا کی عادتِ جاریہ ہے تو ساری دُنیا میں مسلمان

عورتیں بھی ہیں جن میں سے پردہ کرنے والی اکثر بُرقع پہنکر نکلتی ہیں۔ پس ساری دنیا کی عادت جاریہ یہ کیونکر ہوئی کہ منہ اور ہاتھ ننگے کرکے پھریں۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ بالعموم عورتیں منہ اور ہاتھ ننگے کرکے پھرتی ہیں تو یورپ امریکہ اور بہت سی دیگر اقوام کی عورتیں تو ننگے سر بھی پھرتی ہیں۔ بلکہ ان کے جسم کے بعض اور حصّے بھی ننگے ہوتے ہیں۔ پھر تو ان کی یہ سب برہنگی بھی اِلَّا مَا ظَهَرَ کے ماتحت آنی چاہیئے۔ اس پر وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ:۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اور وہ ڈال لیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر

میں یورپ وغیرہ کی عورتوں کی برہنگی کو ناجائز قرار دیدیا گیا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ بمبئی کے علاقہ کی کوکن عورتوں کے متعلق کیا کہو گے جن کا پیٹ ایک بالشت ننگا ہوتا ہے، اور تہہ بند صرف رانوں تک ہوتا ہے۔ ان کا عمل وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ پر تو ہو گیا کیونکہ انہوں نے سینہ ڈھانکا ہؤا ہوتا ہے مگر ان کے جسم کے دیگر حصّے جو ننگے ہوتے ہیں کیا ان کا پردہ اِلَّا مَا ظَهَرَ کے ماتحت سمجھا جائے گا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ صرف پانچ فیصدی عورتیں ایسی ہیں جو منہ ڈھانپتی ہیں۔ اور اسے اس امر کی دلیل ٹھہراتے ہیں، کہ عادت جاریہ کے ماتحت وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں، اور اس لئے منہ اور ہاتھوں کا ننگا رکھنا اِلَّا مَا ظَهَرَ کے ماتحت آتا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ یہی حال اس طریق کا ہے جو وہ بتاتے ہیں۔ یعنی پانچ فیصدی ایسی عورتیں ملیں گی جو منہ اور ہاتھوں کے سوا باقی جسم کے حصّوں کو ڈھانپتی ہوں۔ مسلمان عورتوں کا عمل تو ان کے نزدیک غلط ہے۔ باقی دنیا کی عورتوں میں سے ایک ہی ایسی دکھا دیں، جس کا جسم شرعی حد سے باہر ننگا نہیں ہوتا۔ پھر کیا ان کی یہ برہنگی بھی اِلَّا مَا ظَهَرَ کے ماتحت جائز ہوگی؟

Digitized by Khilafat Library

تیسری دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ پُرانے مفسرین میں سے ابنِ جریر نے حسنؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ منہ اور ہاتھوں کا ظاہر کرنا قرآن کریم نے جائز رکھا ہے۔ اور ابنِ جریر لکھتے ہیں کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اور اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ اس پر سب کا اجماع ہے کہ عورات (جسم کے وہ حصّے جنہیں ڈھانکنا واجب ہے) کا چھپانا نماز میں ضروری ہے۔ اور ادھر عورت کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ منہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھے۔ اس سے معلوم ہؤا کہ منہ اور ہاتھ عورات میں سے نہیں ہیں۔

اورجب یہ عورات میں سے نہ ہوئے توان کاظاہر کرنا بھی منع نہ ہُوا۔

حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی المتوفی سنہ ۳۷۰ھ جو حنفیوں میں بہت بڑے امام مانے جاتے ہیں، اپنی کتاب احکام القرآن میں اسی دلیل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وَيَدُلُّ اَنَّ الْوَجْهَ وَالْكَفَّانِ لَيْسَا بِعَوْرَةٍ اَنَّهَا تُصَلِّيْ مَكْشُوْفَةَ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ وَلَوْ كَانَا عَوْرَةً وَجَبَ عَلَيْهَا سَتْرُهُمَا كَمَا عَلَيْهَا سَتْرُ مَا هُوَ عَوْرَةٌ۔

اوراس بات کی دلیل کہ مُنہ اور ہاتھ عورت میں شامل نہیں ہیں، یہ ہے کہ عورت مُنہ اور ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتی ہے۔ اگر مُنہ اور ہاتھ عورت میں شامل ہوتے تو انہیں چھپانا واجب ہوتا جیسا کہ عورت میں دیگر جو اعضاء شامل ہیں اُنکا چھپانا فرض ہے۔

جواب۔ اگر مفسروں کے اقوال پر جانا ہے توجن مفسّرین نے منہ اور ہاتھوں کو پردہ میں شامل کیا ہے، ان کی تعداد ان مفسرین سے جو منہ اور ہاتھوں کو پردہ میں شامل قرار نہیں دیتے زیادہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اور اگر یہ کہا جائے کہ حنفی علماء کا بھی یہی فتوے ہے کہ منہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے، اور وہ مسلمانوں میں زیادہ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فتوے ان کا پہلے زمانہ میں تھا۔ اب حنفیوں کے نزدیک بھی منہ کا ڈھانکنا ضروری ہے۔ اوراس بارہ میں ان کے فتوے موجود ہیں۔ اورجن لوگوں نے یہ فتوے دیئے ہیں، ان کی اکثریت ہے۔

ابن جریر اور دیگر حنفی ائمہ وعلماء نے جو یہ دلیل دی ہے، کہ چونکہ چہرہ اور ہاتھ نماز میں کھلے رکھنے کی اجازت ہے اس سے معلوم ہُوا کہ وہ عورۃ میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا پردہ بھی نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے عورۃ کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ زینت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ اگراس سے منہ کا پردہ کرنا ضروری ثابت ہو تو اسے ڈھانپنا ضروری ہوگا۔ اور اگراس سے منہ کا پردہ کرنا ضروری ثابت نہ ہو۔ تو اسے ڈھانپنا ضروری نہ ہوگا۔ آیت ہمارے سامنے موجود ہے۔ کسی دوسری چیز سے استدلال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

اگر زینت سے مراد وہ عورات ہیں جن کا نماز میں ڈھانپنا ضروری ہے۔ تو اس آیت سے

یہ ثابت ہو گا کہ وہ تمام عورات جو نماز میں ڈھانکنی چاہئیں، ان رشتہ داروں کے سامنے ظاہر کئے جا سکتے ہیں جنکا ذکر آیت وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ میں آیا ہے۔ کیا ان مولویوں کے گھروں میں ایسا ہوتا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر پردہ میں زینت سے مراد وہ عورات کیونکر ہو سکتی ہیں جن کو ڈھانپنا نماز میں ضروری ہے۔ در اصل ہر چیز کا ایک مقام ہوتا ہے۔ اور اُسے اس کے مقام سے ہٹانا خطرناک غلطی ہوتی ہے۔ نماز کی عورات کو پردہ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔

چوتھی دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ ابو داؤد۔ ابن مردویہ اور بیہقی نے مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِی بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ یَصْلُحْ اَنْ یُّرٰی مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ۔

اسماء بنت ابی بکر بہت باریک کپڑے پہنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپؐ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے اسماء! عورت جب حیض کی عمر کو پہونچ جائے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ سوائے اس کے نظر آئے اور آپ نے منہ اور ہتھیلی کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے۔

جواب۔ اوّل تو اس حدیث کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ یہ پردہ کے حکم سے پہلے کی ہے یا بعد کی۔ اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسماء کو خمار یا جلباب ڈالنے کا حکم نہیں دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ پردہ کے حکم کے نزول سے پہلے کی ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ جن قوموں میں پردہ نہیں ہے۔ کیا ان میں کوئی ستر نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے تو اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ آپؐ نے یہ ارشاد پردہ کے حکم سے

بعد دیا تھا، کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ دلیل پیش کرنے سے پہلے ثابت یہ کرنا چاہئیے تھا کہ یہ حدیث پردہ کے حکم سے بعد کی ہے۔ اس سے تو صرف یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ پردہ کے حکم سے پہلے بھی آپ نے یہ فرمایا کہ عورتوں کو بہت باریک کپڑے نہیں پہننے چاہئیں بلکہ موٹے پہننے چاہئیں۔ تاکہ جسم کی جھلک نظر نہ آئے۔

اور اگر اس حدیث کو ان کے مسلمات کے پیش نظر دیکھا جائے، تو یہ حدیث ان کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد یہ ہے کہ منہ اور ہاتھ ننگے رہیں، لیکن ان کو دیکھا نہ جائے، کیونکہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کا حکم ہے۔ مگر اس حدیث میں اس کے برعکس یہ ذکر ہے، کہ مناسب نہیں کہ سوائے مُنہ اور ہاتھوں کے اس کے جسم کا کوئی حصہ دیکھا جائے۔ جس سے معلوم ہوُا کہ مُنہ اور ہاتھ دیکھے جا سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اس بات کے قائل نہیں ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

پھر اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ (جب حیض کی عمر کو پہونچ جائے) کے الفاظ بھی بجائے خود ایک دلیل ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت حضرت اسماء پر تجربہ کا پہلا وقت آیا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایات دیں۔ کہ لڑکیاں جوان ہو جائیں۔ تو موٹے کپڑے پہنیں۔ اس میں پردہ کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے ؏

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو کے

پُرانے فائل

جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر بزرگانِ سلسلہ کے نہایت قیمتی مضامین ہیں، قابل فروخت ہیں۔ علمی مذاق رکھنے والوں کے لئے یہ بیش بہا خزانہ ہے۔ قیمت کا فیصلہ منیجر رسالہ ریویو اُردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں ؏

تردید دلائل انقطاعِ نبوّت بعد آنحضرت صلعم

(از افاضات سیّدنا امیرالمومنین ایدہٗ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

(۴)

اٰخِر کے معنے سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں الفاظ ہمیشہ دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) وہ جو اپنی ذات میں کوئی معنے دیتے ہیں - اور (۲) وہ جو کسی نسبت سے کوئی معنے دیتے ہیں - مثلاً **ایک** کا لفظ اپنی ذات میں ایک معنے دیتا ہے - مگر **پہلا** کا لفظ ایک دوسری چیز کی نسبت سے معنے دیتا ہے -

Digitized by Khilafat Library

ہمارے مخالفین نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ **اوّل و آخر** مؤخر الذکر قسم یعنی نسبتی الفاظ میں سے ہیں - اس وقت میں اسے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں - فرض کرو کچھ لوگوں کی ایک قطار شمالاً جنوباً کھڑی ہے - ایک شخص اس قطار کے جنوبی حصہ کے پرے اور دوسرا شمالی حصہ کے پرے کھڑا ہے - جو شخص جنوبی حصہ کے پرے کھڑا ہے اس کے لئے قطار کے جنوب کی طرف کا پہلا آدمی اوّل ہے، اور شمال کی طرف کا پہلا آدمی آخر - لیکن جو شخص شمالی حصہ کے پرے کھڑا ہے اس کے لئے جنوب کی طرف کا پہلا آدمی آخر ہے، اور شمال کی طرف کا پہلا آدمی اوّل - اب دیکھو ایک ہی آدمی ایک شخص کے لئے اوّل ہے اور دوسرے کے لئے آخر - اس حقیقت کو مدّ نظر رکھکر جب ہم غور کرتے ہیں تو آخر الانبیاء کے معنے بغیر کسی اشکال کے حل ہو جاتے ہیں -

جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے - سورۃ حدید رکوع اوّل میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ **اوّل** بھی ہے اور **آخر** بھی - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ذات باری تعالےٰ کے مظہر اتم و اکمل ہیں - اس لئے لازماً آپ بھی **اوّل و آخر** ہیں - ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام آخر الانبیاء ہیں - مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ مذکورہ بالا قرآنی ارشاد کے مطابق آپ نہ صرف آخر الانبیاء ہیں - بلکہ آخر الآدمیین ہیں - محض آخر الانبیاء کیا ہے؟ یہ تو حضور کی صرف ایک صفت ہے - ہمارا عقیدہ یہ ہے، کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (حدید - ۱) کے ماتحت آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف آخر الانبیاء ہیں، بلکہ آپؐ آخر الآدمیین ہیں۔ مگر چونکہ درجات کی بلندی میں اعلےٰ درجہ سے اوپر والا سب سے اُوپر ہوتا ہے، اس لئے آخر الانبیاء کہنا کافی ہے۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے آخر الانبیاء سے مراد آخر الآدمیین ہے۔

پھر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اوّل الآدمیین بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح حضورؐ نے یہ فرمایا کہ مَیں آخر الانبیاء ہُوں۔ اسی طرح قرآن مجید میں آپ کو حکم ہُوا ہے:۔

قُلْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ o وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ o (زمر-۲)

کہدو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اللہ کی خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں اوّل المسلمین ہوں

اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:۔

کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ

میں خاتم النّبیین تھا اور آدم ابھی اپنی مٹی میں لتھڑا ہُوا تھا۔

اور بعض احادیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا سب سے پہلی چیز جو پیدا کی گئی، وہ نورِ محمدی تھا۔

Digitized by Khilafat Library

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف آخر الانبیاء نہیں ہیں، بلکہ حضورؐ اوّل الانبیاء بھی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالےٰ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہے، اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان میں سے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہیں۔ کیونکہ آپ اللہ تعالےٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔

ہمارے مخالفین جو آخر کی بحث کرتے ہیں۔ ان کی کوتاہ نظر حقیقت کو نہیں پہونچ سکتی۔ یہ مادی لوگ صرف دنیاوی سالوں سے انسانوں کو ناپتے ہیں۔ اس لئے ان کی نظر صرف زمانہ کی لمبائی پہ جاتی ہے۔ اور یہ اسی سے اوّل و آخر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرب الٰہی اور روحانی سیر و سلوک سے تعلق رکھنے والے الفاظ ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے انبیاء اور مؤمنین کے سلوک کی رفتار کی نسبت بلندی کی طرف کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ (نور-۵) ان گھروں میں جن کے بارہ میں خدا نے اذن دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔

اسی طرح قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی نیک آدمی فوت ہوتا ہے، تو اس کی رُوح بلندی کی طرف جاتی ہے۔ اور جب کوئی بُرا آدمی مرتا ہے، تو اس کی رُوح نیچے کی طرف جاتی ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔

دَنٰی فَتَدَلّٰی (النجم-۱) وہ قریب ہوُا پھر نیچے کو آیا۔

تدلّٰی کے معنے ہیں لٹکنا۔ چنانچہ تَدَلَّی الثَّمَرُ کے معنے ہیں، پھل ٹہنی کے ساتھ لٹکا۔ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سَیر کی کیفیّت بتائی گئی ہے۔ کہ آپؐ رُوحانیّت میں ترقی کرتے کرتے اُوپر کیطرف آخری حد تک پہونچے، اور پھر مخلوق کی طرف جُھکے۔ اور یہ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کے پاس ہوُا۔ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوُا۔ کہ آپ کی سیر الی اللہ کی رفتار نیچے سے اُوپر کی طرف ہے۔

Digitized by Khilafat Library

معراج کی حدیث میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ جبریل ایک سواری لائے۔ مَیں اس پر سوار ہو کر پہلے آسمان میں گیا، تو وہاں حضرت آدمؑ کو دیکھا۔ اور اُوپر گیا تو دوسرے آسمان میں حضرت عیسٰے اور یحیٰی علیہما السلام کو دیکھا۔ اور اَور اُوپر چڑھا تو تیسرے آسمان میں حضرت یُوسفؑ کو دیکھا۔ اس سے بھی اُوپر گیا تو چوتھے آسمان میں حضرت ادریسؑ کو دیکھا۔ اور اس سے بھی اُوپر گیا تو پانچویں آسمان میں حضرت ہارونؑ کو دیکھا۔ اور اس سے بھی اُوپر گیا تو چھٹے آسمان میں حضرت موسےٰؑ کو دیکھا۔ اس سے بھی اُوپر گیا تو ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ پھر اس سے بھی اُوپر گیا، اور سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی تک پہونچ گیا۔ اور یہی آخری درجہ ہے، جہاں آپ کی خدا سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ کی اس ترقی درجات کا نقشہ یُوں سمجھنا چاہئے:۔

(دیکھو نقشہ اگلے صفحہ پر)

اللہ جل شانہ

سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی مقام محمد

ابراہیم ؑ

مُوسٰے ؑ

ہارُون ؑ

ادریس ؑ

یوسف ؑ

عیسٰے ؑ و یحییٰ ؑ

آدم ؑ

قیامت ——— ابتداء خلق

مخلوق

اس نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ جب اُوپر یعنی خدا کی طرف سے دیکھا جائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوّل ہیں۔ اور جب نیچے یعنی مخلوق کی طرف سے دیکھا جائے تو آپؐ آخر ہیں۔ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی میں بھی یہی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام وُہ ہے جس پر تمام ترقیات کی انتہاء ہوگئی۔ اور یہی آخر کا مفہوم ہے۔ پس آپؐ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ کے مظہر ہونے کے اعتبار سے اوّل الانبیاء بھی ہیں اور آخر الانبیاء بھی۔ یعنے جب اللہ کے مقام سے دیکھیں تو سب سے پہلے آپ پر نظر پڑے گی۔ اور اس لحاظ سے آپ اوّل ہیں۔ اور جب مخلوق کے مقام پر سے دیکھیں تو سب کے آخر آپ پر نظر پڑے گی۔ اور اس لحاظ سے آپؐ آخر ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ آنحضرت صلعم درجہ کے اعتبار سے آخر الانبیاء ہیں۔ حضور اپنی بلندئ درجات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ انبیاء سب مخلوق سے اُونچے ہوتے ہیں۔ اور مَیں انبیاء سے اونچا ہُوں۔ اس میں آپؐ کے بعد نبی کے آنے یا نہ آنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ اِن معنوں سے اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ اور کُنْتُ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَاٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ یہ دونوں حدیثیں حل ہوجاتی اور ایک ہی وقت میں پوری ہوجاتی ہیں لیکن اگر ہمارے مخالفین کے معنے لئے جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف ایک حدیث چسپاں ہوتی ہے، اور دوسری چسپاں نہیں ہوتی۔ اُس صورت میں

Digitized by Khilafat Library

كُنْتُ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ کے کچھ معنے نہیں بنتے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آدم کی پیدائش سے بھی پہلے سے خاتم النبیین ہیں۔ اور خاتم النبیین کے معنے ہمارے مخالفین کے نزدیک یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو تو پھر کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا۔

مَیں بطور تتمہ چند اور امور بھی مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں بیان کرتا ہوں۔

اوّل۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کا یہ خیال تھا کہ ختم نبوت کے مسئلہ میں لوگ غلوّ سے کام لیں گے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوّت کے ختم ہونے پر زور دینے کی حقیقت کو سمجھنے میں غلطی کرینگے چنانچہ اس ضمن میں مندرجہ ذیل حوالہ جات مفید روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہؓ کی نسبت یہ روایت درج کی ہے:۔

قَالَتْ قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)

فرمایا کہ یہ تو کہو کہ آپ (آنحضرت صلعم) خاتم النبیین ہیں۔ مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ یقین رکھتی تھیں کہ کلی طور پر نبوت کا انقطاع تسلیم کرنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ ورنہ اگر حضرت عائشہؓ کے نزدیک ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہوتا، تو پھر آپ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ یہ مت کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ جب کسی نبی کو آنا ہی نہ تھا، تو پھر یہ کیوں نہ کہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اِس صورت میں تو حضرت عائشہؓ کو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ ضرور کہو اور زور سے کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن برعکس اس کے آپ یہ فرماتی ہیں کہ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ نہ کہو۔ حالانکہ یہ الفاظ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، کہ آپ نے اپنی نسبت استعمال کئے۔ اور فرمایا لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ دراصل حضرت عائشہؓ نے یہ الفاظ استعمال کرنے سے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے الفاظ زیادہ محفوظ تھے۔ اور ان میں غلط فہمی کا امکان کم تھا، پھر قرآنی الفاظ تھے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے الفاظ تو بولا کرو۔ مگر لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ نہ کہا کرو۔ کیونکہ گو یہ الفاظ ایک معنوں کے اعتبار سے درست ہیں مگر بعض دوسرے معنوں کے لحاظ سے ان سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اس روایت پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں، تو حضرت عائشہ رضؓ کو ان سے روکنے کا کیا حق ہے؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ علم نہ تھا کہ آپ نے خود یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ گویا حضرت عائشہ رضؓ نے عدم علم کی وجہ سے یہ الفاظ استعمال کرنے سے روکا۔ اور اس طرح عدم علم کے ماتحت دیا ہوُا فتویٰ قابلِ قبول نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تعلّق تو قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ اور اس بارہ میں احادیث بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ پھر حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق یہ کیونکر فرض کیا جا سکتا ہے کہ انہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کا علم نہ تھا۔ صحابہ رضؓ کی ناواقفیّت صرف ایسے مسائل ہی سے فرض کی جا سکتی ہے۔ جن کا علم چند لوگوں تک محدود ہو۔ لیکن اس ضمن میں تو بیس سے بھی زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پس ایسے وجود کی نسبت جس کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس سے آدھا دین سیکھو، یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ انہیں یہ خبر نہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ نے یہ ارشاد ایک جماعت کے سامنے فرمایا ہے۔ یا یہ کہ آپ لوگوں سے اکثر یہ فرمایا کرتی تھیں۔ اور یہ امر فرض کرنا اور بھی مشکل ہے، کہ حضرت عائشہ رضؓ کی یہ رائے لوگوں میں پھیلی۔ مگر کسی نے بھی اسے ردّ نہ کیا۔ پس معلوم ہوُا۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ اس علم کے باوجود کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہوئے ہیں، ان کے عام استعمال سے روکتی تھیں۔ تا لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو۔

یہ اعتراض کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوُئے الفاظ کے استعمال سے کون روک سکتا ہے؟ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ گو ایسے الفاظ سے روکا نہیں جا سکتا مگر ان کے بے موقع استعمال سے یقیناً روکا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر مَیں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ لاہور میں ہماری جماعت نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ بعض غیر احمدیوں نے یہ شرارت کی کہ اسٹیج پر آکر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ اور جب ان کو اس سے روکا گیا۔ تو ان کے دوسرے ساتھیوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ دیکھو قرآن مجید پڑھنے سے نہ روکو۔ اب اگر ان کو روکا نہ جاتا، تو اس کا مطلب

Digitized by Khilafat Library

یہ تھا کہ احمدی جلسہ کئے بغیر واپس چلے جاتے - لہٰذا ان کو روکا گیا - کیونکہ یہ تلاوت تلاوت کی غرض سے نہ تھی، بلکہ محض شرارت کرنے کا ایک بہانہ تھی - پس ایسی حالت میں اسے روکا کیوں نہ جاتا -

خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات ہے، کہ آپؐ نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کو اپنی جُوتیاں دیں اور فرمایا کہ انہیں لے جاؤ اور جو شخص بھی تمہیں ملے اسے کہدو کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - یعنی جو شخص بھی کلمہ پڑھے گا وہ جنّت میں داخل ہوجائیگا حضرت ابوہریرہؓ باہر نکلے اور روانہ ہوئے تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے ملاقات ہُوئی - حضرت ابوہریرہؓ نے بڑے فخر سے کہا - کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - جو کلمہ پڑھے گا وہ جنّت میں چلا جائے گا - حضرت عمرؓ نے یہ سُنکر ان کے سینہ پر ایک مُکّا مارا - اور انہیں پکڑ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لے گئے - اور عرض کی کہ کیا حضورؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ یوں کہو؟ آپ نے فرمایا ہاں - حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس طرح تو لوگ اعمال میں سُست ہوجائیں گے - وہ اس کی حقیقت پر غور نہیں کریں گے اور ظاہری الفاظ سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بدعمل ہوجائیں گے - اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عمرؓ کی تائید کی - پس دیکھو الفاظ ٹھیک تھے - اور ان کا مطلب بھی درست تھا - لیکن چونکہ اس سے بعض لوگ غلط مطلب نکال سکتے تھے اس لئے آپ نے ان کے استعمال سے روکا - اس سے معلوم ہوُا - کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا اگر غلط استعمال ہونے لگے تو ان سے روکا جاسکتا ہے -

ایک اور واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے - اور وہ یہ کہ حضرت علیؓ نے جب خوارج کے خلاف جہاد شروع کیا تو وہ یہ آیات پڑھتے :-

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ — حکم صرف اللہ کا ہے -

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ — اور حکومت ان (مؤمنوں) کے درمیان مشورہ سے ہونی چاہیئے

حضرت علیؓ نے فرمایا :-

Digitized by Khilafat Library

کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ اُرِیْدُ بِھَا الْبَاطِلُ۔ بات سچی ہے مگر اس کے معنے غلط لئے گئے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مطلب تھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے غلط معنے لئے جائیں گے۔ اس لئے آپ نے ان کے عام استعمال سے منع فرمایا۔

مولوی محمد علی صاحب نے یہاں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ ایک بے سند قول ہے۔ اور بے سند قول کو لئے پھرنا خدا پرستی نہیں ہے۔ بلکہ غرض پرستی ہے۔

بات در اصل یہ ہے کہ یہ روایت تکملہ مجمع البحار میں بھی آئی ہے۔ اور اس میں اس کی کوئی سند بیان نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس میں ساری روایات بلا سند درج کی گئی ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کا یہ اعتراض اسی بناء پر ہے۔ لیکن یہ روایت اصل میں مسند ابن ابی شیبہ میں ہے اور دوسری کتابوں والوں نے اسے اُس سے نقل کیا ہے۔ اور نقل کرنے والوں کا عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سند اڑا دیتے ہیں۔ اور اصل الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ درمنثور میں ساری احادیث کی کتابوں کی بے سند روایات درج ہیں۔ پس ایک ایسی کتاب کی آڑ لیتے ہوئے اعتراض کرنا جس میں ساری حدیثیں بے سند نقل کی گئی ہیں۔ یہ خود غرض پرستی ہے۔ خدا پرستی نہیں ہے۔

(۲) ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت بھی اس بارہ میں قابل غور ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

قَالَ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ الْمُغِیْرَۃِ ابْنِ شُعْبَۃَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ فَقَالَ الْمُغِیْرَۃُ حَسْبُکَ اِذَا قُلْتَ خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّا کُنَّا نُحَدِّثُ اَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ خَارِجٌ فَاِنْ ھُوَ خَرَجَ فَقَدْ کَانَ قَبْلَہٗ وَبَعْدَہٗ۔

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)

شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس آیا اور اُسنے آنحضرت صلعم پر درود بھیجتے ہوئے کہا "اللہ رحمتیں نازل کرے محمد پر جو خاتم الانبیاء ہیں اور جنکے بعد نبی نہیں ہے" مغیرہ نے فرمایا "تیرے لئے کافی ہے کہ تو کہے خاتم الانبیاء۔ کیونکہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہونگے۔ پس اگر وہ ظاہر ہوئے۔ تو آنحضرت صلعم سے پہلے بھی ہوئے اور بعد بھی"

اس روایت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔ (۱) حضرت مغیرہؓ کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہیں آسکتا۔ (ب) حضرت مغیرہؓ کے نزدیک لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

کے الفاظ ایسے محفوظ نہیں تھے جیسے کہ خاتم الانبیاء - (ج) حضرت مغیرہؓ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن تھا - (د) حضرت مغیرہؓ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونیکے قائل نہ تھے - تبھی انکے آسمان سے آنیکا ذکر نہیں کرتے بلکہ خروج یعنی نکلنے کا لفظ استعمال کرتے ہیں - جس کے معنے زمین سے ظاہر ہونیکے ہیں - مگر چونکہ انہوں نے ساتھ ہی فَقَدْ کَانَ قَبْلَہٗ کے الفاظ بھی فرمائے ہیں - اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی سُنکر یہ خیال کرتے ہونگے کہ عیسےٰ علیہ السلام ہی دوبارہ زندہ کر کے دُنیا میں لائے جائیں گے - گو اسلام میں مُردوں کے دوبارہ زندہ ہو کر واپس آنے کا عقیدہ بھی درست نہیں ہے - مگر چونکہ یہ مسئلہ اتنا ظاہر نہ تھا کہ جس میں کسی کو غلطی نہ لگے - اس لئے حضرت مغیرہؓ کی یہ غلطی قابل تعجب نہیں ہے -

Digitized by Khilafat Library

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر میں حضرت عائشہؓ کے ارشاد قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے متعلق لکھا ہے - کہ " یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ صلعم کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے ردّ کی جاتی ہے "

مولوی صاحب ان الفاظ میں ہم پر حملہ کر کے آگے لکھتے ہیں ،" اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنے یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہؓ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں ، خاتم النبیین کہنا کافی ہے - جیسا کہ مغیرہؓ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ وَ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ تو آپ نے کہا - خاتم الانبیاء کہنا تجھے بس ہے " (بیان القرآن جلد سوم صفحہ ۱۵۱۶)

عجیب بات ہے مولوی صاحب نے غرض پرستی کا جو الزام ہمیں دیا تھا ، اسکے مرتکب وہ خود ہو گئے - اور اس طرح ہم پر حملہ کرنے کی سزا خدا تعالیٰ نے انہیں فوراً دیدی - حضرت مغیرہؓ کے قول کا آدھا حصّہ نقل کر کے اس کا مطلب مولوی صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ انکی مراد یہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خَاتَمَ الْاَنْبِیَاءِ اور لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ دونوں اکٹھے بولنے کی ضرورت نہیں ہے ، صرف خاتم الانبیاء کہنا کافی ہے - لیکن جب ہم ساری روایت کے الفاظ پر نظر کرتے ہیں ، تو مولوی صاحب کی اس تاویل کی حقیقت کھل جاتی ہے - حضرت مغیرہؓ نے لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کے الفاظ استعمال کرنے سے روکنے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے - اس لئے لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ نہیں کہنا چاہیئے مگر مولوی صاحب نے یہ آخری فقرہ اڑا کر روایت کے معنے بالکل الٹ دیئے - کیا اس نے

بڑھ کر غرض پرستی کی کوئی اور مثال ہو سکتی ہے۔

(۳) تیسری روایت اس ضمن میں یہ ہے جو ابن الانباری نے اپنی کتاب مصاحف میں بیان کی ہے۔

Digitized by Khilafat Library

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ قَالَ كُنْتُ اُقْرِئُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَمَرَّ بِیْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَنَا اُقْرِئُهُمَا فَقَالَ لِیْ اَقْرِئْهُمَا وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ بِفَتْحِ التَّاءِ

(در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴)

ابو عبدالرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو (قرآن) پڑھاتا تھا ایک مرتبہ حضرت علیؓ میرے پاس سے گذرے اور میں انہیں پڑھا رہا تھا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ انہیں وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ت کی زبر کے ساتھ پڑھانا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی سب سے محفوظ الفاظ خاتَم النّبیّین ت کی زبر کے ساتھ تھے، اور وہ ڈرتے تھے کہ اگر خاتِم النبیّین ت کی زیر کے ساتھ پڑھایا جائے تو اس سے غلط فہمی پیدا ہو گی۔ اسی وجہ سے آپ نے اَقْرِئْهُمَا فرمایا۔ یعنی اور لوگ بے شک خَاتِم ت کی زیر سے پڑھیں۔ مگر میرے بچوں کو زبر سے پڑھانا میں نہیں چاہتا کہ میرے بچوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو جائے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

یہ تین روایات خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنوں پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور اہل بیت نبویؐ

ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی (نعوذ باللہ) توہین کی ہے۔ اور ایک دیوبندی مولوی صاحب کا رسالہ بھی بھیجا ہے۔ جس میں حضرت اقدسؑ پر یہ الزام لگایا گیا ہے اور حضورؑ کی کتاب اعجاز احمدی کے چند اقتباسات کو بطور ثبوتِ الزام پیش کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس اعتراض کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اعجاز احمدی جس کے بعض اشعار کی بناء پر آپ پر توہین اہل بیتؓ کا الزام لگایا جاتا ہے، ۱۹۰۲ء میں اس وعدہ کے شایع کی گئی تھی، کہ اگر کوئی صاحب اس کا جواب مقررہ شرائط کے ساتھ شایع کر دیں، تو ان کو مبلغ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ مخالفین اس کا جواب تو کچھ نہ دے سکے، مگر اپنی شکست پر گہرا پردہ ڈالنے کی نیت اور مخلوق کی توجہ اس طرف سے ہٹا کر دوسری طرف اُلجھا دینے کی غرض سے انہوں نے یہ اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ اس کے بعض اشعار میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نعوذ باللہ ہتک کی گئی ہے۔ اور ہماری طرف سے باوجود بار بار جواب دیئے جانے کے اب تک اس اعتراض کو پھیلانے کا سلسلہ جاری ہے۔ اور اس سے مقصود سوائے نفرت و اشتعال پھیلانے کے اور کچھ نہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اعجاز احمدی کے ان اشعار کے متعلق جو الزامِ توہین کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں، یہ بتائیں کہ وہ کیوں اور کس غرض سے لکھے گئے ہیں؟ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اعجاز احمدی سے پہلے اور اس کے بعد کی تحریروں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق کیا ثابت ہوتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

(۱) حضرت اقدس اپنی مشہور عالم کتاب براہین احمدیہ میں اپنا ایک الہام درج فرماتے ہیں جو مع ترجمہ اور قدرے تشریحی عبارت کے یہ ہے:۔

"صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ اور درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ یہ اس بات

کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اسی کے طفیل سے ہیں۔ اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ . . . . . اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آلِ رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے۔ کہ افاضۂ انوار الٰہیّہ میں محبّت اہل بیت کو بھی عظیم الشان دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیّت کے مقرّبین میں داخل ہوتا ہے، وہ انہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔" (براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۸۸۴ء ص۵۰۲ و ۵۰۳)

(۲) "ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ؛ دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین"

(فتح اسلام ص۷ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۳) "حضرت امام حسین علیہ السّلام کا مظلومانہ واقعہ شہادت خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے۔" (ازالہ اوہام حاشیہ ص۶۸، ۶۹ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۴) "حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعۂ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کے طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اس کی عظمت اور وقعت دلوں میں بیٹھ جائے۔" (ازالہ اوہام حاشیہ ص۷ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۵) "**امام کامل** حسین رضی اللہ عنہ سے لیکر اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیانِ علم کی چلی آئی ہے کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۳۴ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

(۶) "خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا ؛ اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست"

(برکات الدعا ص۳۲ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

(۷) "جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است ؛ خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است"

(ضمیمہ اخبار ریاضِ ہند امرتسر)

(۸) "ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھکو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سچائی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنّت خاندانِ نبوّت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مَیں اس سنّتِ اہلِ بیتِ رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدّت تک التزامِ صوم کو مناسب سمجھا۔" (کتاب البریّہ حاشیہ ص۱۶۴ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

Digitized by Khilafat Library

(۹) "اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور جو اعلیٰ درجہ کے اولیاء اس امّت میں گذر چکے ہیں، ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔"

(کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۱۶۵ مطبوعہ ۱۸۹۸ء) Digitized by Khilafat Library

(۱۰) "بعض بزرگ دادیاں اور نانیاں ہماری شریف سادات کی لڑکیاں تھیں۔ بعض الہامات میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اس عاجز کے خون کی بنی فاطمہ کے خون سے آمیزش ہے۔ اور درحقیقت وہ کشف براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۳ کا جس میں لکھا ہے کہ میرا سر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مادرِ مہربان کی طرح اپنی ران پر رکھا ہوا ہے اس سے بھی یہی اشارہ نکلتا ہے۔" (تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۳۵ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۱۱) "سلسلہ مادری کی طرف سے ہمارا خاندان سادات سے ملتا ہے۔ ۔ ۔ حسینی خاندان کے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی امام حسین (رضی اللہ عنہ) اولاد فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے خاندان کی ترکیب بنی فارس اور بنی فاطمہ سے ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۶۴، ۷۰ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۱۲) "اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحبِ کمال اور صاحبِ عفت و عصمت اور ائمۃ الہدیٰ تھے۔ اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کی رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آل تھے ۔ ۔ ۔ اہلِ معرفت اور حقیقت کا یہ مذہب ہے کہ اگر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سفلی رشتہ کے لحاظ سے آل نہ بھی ہوتے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ روحانی رشتہ کے لحاظ سے آسمان پر آل ٹھہر گئے تھے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ہوتے۔" (تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۱۳) "ایک حدیث سے جو کنز العمال میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ اہلِ فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنیوالا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۱۴) "ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دُنیا کا کیڑا اور ظالم تھا۔ اور جن معنوں کی رو سے

کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اُسے اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے تھا جن کو خدا تعالےٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ سردارانِ بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرّہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اور اس امام کا تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنیوالے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقوےٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ اس دُنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دُور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی ہے۔ کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی ہے تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے۔ اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضایع کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔"

(تبلیغ الحق ص۱ و ۲ مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

(۱۵) "ائمہ اہلبیت کا یہی طریقہ تھا کہ وہ بوجہ اپنی وجاہت ذاتی کے سلسلۂ حدیث کو نام بنام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچانا ضرور نہیں سمجھتے تھے ان کی یہ عادت شائع متعارف ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۹۶ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

Digitized by Khilafat Library

یہ عبارتیں ۱۸۸۴ء سے لیکر ۱۹۰۷ء تک کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، ان میں تمام اہلبیت عظام سے عمومًا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے خصوصًا الفت و محبت بیان فرمائی اور ان کی بہت بڑی عزت و عظمت ظاہر کی گئی ہے۔ اور افاضۂ انوار الٰہی میں ان کی محبت کا عظیم دخل بتایا ہے اور جو شخص مقربان

الٰہی میں داخل ہو اس کو انہیں طیبین و طاہرین کی وراثت پانے والا اور علوم و معارف میں اُنھیں کا وارث ٹھہرایا ہے۔ کفر کے جوش کو افواجِ یزید اور دین کو حضرت امام زین العابدین سے تشبیہ دی ہے، مخلوق کا تو ذکر ہی کیا خالق ارض و سما کی نظر میں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کی وقعت و عظمت بتائی ہے۔ اور حضرت امام حسین و حضرت امام حسن علیہما السلام کو امام کامل اور صاحب عفت و عصمت اور ائمۃ الہدیٰ اور جسمانی و روحانی دونوں لحاظ سے آلِ رسول لکھا ہے۔ اور اہلِ بیت عظام کے ساتھ اپنے خونی تعلق کا بھی اظہار کیا ہے اور یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر امام حسین اور امام حسن علیہما السلام جسمانی رشتہ کے لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نہ بھی ہوتے تو بھی ان دونوں اماموں کو ایسے مدارج روحانیہ حاصل تھے کہ حضور کے رُوحانی مال کے ضرور بالضرور وارث ہوتے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو طاہر و مطہر صابر و شاکر زاہد و عابد عفیف و معصوم برگزیدۂ خدا محبِ خدا و محبوب خدا اور قابل اقتداء اور سرداران بہشت میں سے بتایا ہے۔ اور آپ سے ذرا سا کینہ رکھنے کو سلبِ ایمان کا موجب ٹھیرایا، اور آپ کی تھوڑی سی تحقیر کو بھی شقاوت و بے ایمانی اور خدا تعالےٰ کے دشمن ہو جانے کا سبب قرار دیا ہے۔ اور تمام ائمہ اہلبیت کی وجاہتِ ذاتی تسلیم کی ہے اور ان مطہرین میں سے کسی کی نسبت بھی کلمۂ تحقیر و استخفاف زبان پر لانے کو ایمان کا ضایع کر دینا بتایا ہے۔

اب کیا عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ ۱۸۹۴ء سے لیکر ۲۰ ستمبر ۱۹۰۲ء تک تو حضرت اقدس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہل بیت کے محامد و اوصاف بیان فرمائے۔ (کیونکہ تحفہ گولڑویہ کہ اس کا بھی ایک حوالہ دیا گیا ہے اور اس میں اور حوالجات بھی ہیں۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۲ء کو شایع ہوئی ہے) اور اس کے بعد اعجاز احمدی میں (جس کی تاریخ طبع ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء ہے) حضرت امام حسین علیہ السلام کی نعوذ باللہ توہین کی۔ اور اس کے بعد پھر آنجناب اور دوسرے ائمہ مطہرین کے محامد و اوصاف کا بیان شروع فرما دیا۔ جیسا کہ بعد کی تحریروں تبلیغ الحق وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اور وہ بیان محامد و اوصاف زمانۂ وفات تک برابر جاری رہا۔ یہ بات تو کسی طرح عقل میں نہیں آسکتی کہ ہر کام کا کچھ نہ کچھ مقصد ہُوا کرتا ہے۔ مگر اس کا کوئی مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ اول و آخر ایسی تعریفیں کرنے اور انھیں کے درمیان دو چار فقرے تحقیر کے بھی

لکھدینے سے کیا غرض حاصل ہو سکتی ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اعجاز احمدی میں وہ اشعار جن کا ترجمہ توہین کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کس غرض سے لکھے گئے ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ وہ اشعار حضرت اقدس نے جواب الزامی و حجت الزامی کے رنگ میں لکھے ہیں۔ اس کا ثبوت ان اشعار کے حاشیہ سے بھی ملتا ہے۔ اور اسی غرض سے اعجاز احمدی صفحہ ۳۸ میں آپ نے اپنا عقیدہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق ظاہر فرما دیا ہے۔ تا معلوم ہو جائے کہ ان اشعار کے بعض سخت الفاظ الزامی طریق پر ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ جیسے یا حضرت عیسےٰ جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید مَنْ عَادَ وَلِيًّا لِیْ دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔"

(اعجاز احمدی ص۳۸ مطبوعہ ۱۵ ر نومبر ۱۹۰۲ء) Digitized by Khilafat Library

کیا جس کتاب میں توہین کی غرض سے بھی کچھ لکھا گیا ہو۔ اس میں اس سے پہلے ہی یہ عبارت لکھی جا سکتی تھی۔ لیکن افسوس کہ محض جوش مخالفت پھیلانے کی غرض سے اصل حقیقت کو چھوڑ کر، اور ان تمام عبارتوں سے جن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق حضرت اقدس کے عقیدہ اور ان کے محامد و اوصاف کا اظہار تھا منہ موڑ کر، اور صرف یہی نہیں بلکہ اعجاز احمدی کی اس عبارت کی بھی جو ہم نے نقل کی ہے پروا نہ کرکے جواب الزامی کے طور پر لکھے ہوئے چند اشعار میں سے کچھ الفاظ نکالکر مغالطہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور نہایت حیرت ہے کہ کوشش کرنیوالے خصوصیت سے وہ حضرات ہیں، جن کے مُسلّم بزرگوں اور مقتداؤں نے اس قسم کی عبارتیں لکھنے میں حد کر دی ہے۔ یہ حضرات تو حضرت اقدس پر اس سلسلہ میں حضرت امام حسینؓ ہی کی توہین کا الزام لگاتے ہیں۔ لیکن اگر اس طریق پر کچھ لکھنے کا نام توہین ہے، تو پھر ان کے بزرگوں نے نہ صرف حضرت امام حسین علیہ السلام بلکہ تمام ائمۂ اہلبیت عظام اور صحابہ کرام اور ملائکہ بلند مقام اور انبیاء علیہم السلام کی بھی توہین کی ہے۔ اور توہین بھی ایسی سخت کہ حضرت اقدس کے الفاظ کی سختی ان کی سختی کے مقابلہ میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ ہم اس کے متعلق خود ان کے بزرگوں

اور مقتداؤں کا یہ اقرار درج کرتے ہیں، کہ انہوں نے انبیاء مرسلین و ملائکہ مقربین وائمۂ اہلبیت واصحاب سیدالنبیین کی نسبت نامناسب باتیں لکھی ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کے امام جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرستہ العلوم دیوبند اپنی مشہور کتاب ہدیۃ الشیعہ کے ناظرین کی نسبت فرماتے ہیں:۔

"اگر بہ نسبت انبیاء مرسلین یا بزرگانِ اہل بیت واصحاب سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھکر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں۔ ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار ہی بغرض الزامِ شیعہ آگیا ہے۔ اس کا بار انھیں کی گردن پر ہے۔ یہ سب انھوں ہی نے کرایا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے مَیں بہزار جان و بہزار زبان بیزار ہوں۔ محبت بزرگانِ مذکور کو اپنی سعادت اور ان کے حُسن اعتقاد کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ مگر مردمانِ فہمیدہ سے یوں امید ہے کہ میرے عذر سے پیشتر ہی یہ شہادت مذہب مجھے معذور سمجھیں۔"

Digitized by Khilafat Library (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲ و ۳ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

جس کتاب کے شروع ہی میں یہ اقرار موجود ہو، اس میں بہ نسبت بزرگانِ اہل بیت واصحاب سیدالنبیین وانبیاء مرسلین جو کچھ لکھا گیا ہوگا، اس کو ناظرین خود خیال فرمالیں۔ اس عبارت سے ظاہر ہے، کہ مقابل کو الزام دینے کے لئے اپنے عقائد کے خلاف ایسی عبارتیں بھی لکھدی جایا کرتی ہیں، جن میں ائمہ و انبیاء تک کی ہتک معلوم ہوتی ہے۔ جیساکہ مولانا محمد قاسم صاحب کے اس فقرے سے ثابت ہے کہ "ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار ہی بغرض الزام شیعہ آگیا ہے۔" یعنی آپ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ آپ کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ حضرات شیعہ کے مقابلہ میں جواب الزامی کے طور پر ہے۔ اب یہ کس قدر اندھیر ہے، کہ جن کے مُسَلَّم مقتدا صاحب جواب الزامی میں انبیاء علیہم السلام تک کے حق میں نامناسب باتیں لکھ چکے ہیں، وہ آج جواب الزامی کی عبارتوں کو سبب ہتک بزرگان قرار دیکر موجب کفر بتا رہے ہیں۔ دیکھنے والے دیکھیں کہ یہ کفر کدھر کو جا رہا ہے۔

ہم نہیں چاہتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے اس اقرار کے بعد ان کی کتاب سے کوئی عبارت بھی نقل کریں۔ لیکن چونکہ دیوبندی حضرات نے حضرت اقدس پر بہتانِ توہین باندھنے میں خدا کے خوف اور مخلوق کی شرم دونوں کو خیرباد کہدیا ہے۔ اور وہ کسی طرح اپنی اس لغو و باطل کارروائی سے باز نہیں آتے۔ اس لئے ہم بادلِ ناخواستہ صرف ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ شاید اسی طرح یہ

عجیب الدماغ مخلوق اپنی مغالطہ سازی اور وسوسہ اندازی سے دست کش ہو سکے۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں

"اہلِ ہند جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردہ پن میں امام ہیں، اُن میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے، اور صاحبزادہ بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا۔ حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی و تحمل کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت میں شباب تھا۔ اور تس پر تماشا یہ ہے کہ ہنگامۂ کربلا میں جب دشمنانِ سفاک نے حرم محترم اور زنانِ اہلبیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا۔ شیعوں کو تو شہادت نامۂ کربلا از بر ہی ہوگا لکھنے کی کیا حاجت ہے" (ہدیۃ الشیعہ صـ۱۲۷)

کیا اگر انصاف و حیا کا شمہ بھی باقی ہو تو جن کے امام کا یہ کارنامہ ہو، انھیں کسی طرح بھی یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ اس کی موجودگی میں کسی کی الزامی عبارت کے متعلق لب کشائی کر سکیں؟ حضرت اقدس کے بعض الزامی اشعار کے الفاظ سے تو مخالفین صرف حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہی توہین نکالا کرتے ہیں۔ لیکن انکے مسلّم بزرگ و امام کی عبارت میں تو نہ صرف حضرت امام حسین علیہ السلام بلکہ آپ کی ہمشیرہ طاہرہ و مطہرہ اور برادر معظم حضرت امام حسن علیہ السلام اور والد ماجد حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ، کی توہین ظاہر ہے۔ اور توہین بھی وہ جس سے بڑھ کر متصوّر نہیں۔ کیا دنیا کے پردہ پر کوئی ہے جو یہ بتا سکے کہ اگر حضرت اقدس کے بعض الزامی اشعار کے الفاظ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نعوذ باللہ توہین کی غرض سے ہیں، تو دیوبندیوں کے خاتم المحققین صاحب کی عبارت کیوں تمام اہلِ بیت عظام کی توہین کے لئے نہیں ہے؟ اور اگر خاتم المحققین صاحب سب کچھ لکھ ڈالنے کے بعد بھی بہ شہادت مذہب معذور سمجھے جا سکتے ہیں، اور سمجھے گئے ہیں، تو حضرت اقدس جن کا مذہب حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق بہت واضح ہے، جیسا کہ ہمارے پیش کردہ حوالجات سے ظاہر ہے، کیوں معذور نہیں سمجھے جا سکتے؟

Digitized by Khilafat Library

ہم مولانا محمد قاسم صاحب کی صرف ایک ہی عبارت پیش کرنے پر اکتفا کر کے اب ایک اور بزرگ جن کو ہمارے مخالفین خاتم المحدثین مانتے ہیں، اور جن کا اسمِ گرامی حضرت مولانا

شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ ہے، ان کی ایک عبارت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے:۔
"اب اس مقدمہ کے دیکھنے سُننے والوں سے التماس ہے کہ اس کے مطالعہ کے وقت اتنی باتوں کا لحاظ رکھیں۔ اوّل یہ کہ جو کچھ اس رسالہ میں از قسمِ مطاعنِ اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام بلکہ نقصوں ملائکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے مذکور ہیں، اور لازم آئے۔ راقم الحروف کو اس سے بَری الذمہ جانیں۔ اور ان کے عہدے سے علیٰحدہ سمجھیں۔ مجھکو بہزار زبان ان امورِ خبیثہ سے تبرّا ہے۔ کیا کروں بنائے کلام ایسے گروہ کے اصول پر ہے کہ بمجبوری اس کو اختیار کرنا اور جدھر وہ کھینچتا ہے، ادھر جانا اور اس کے رنگ میں رنگین ہونا پڑتا ہے" (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۳)

مولانا محمد قاسم صاحب نے تو اہلبیت، صحابہ اور انبیاء کی نسبت حرف نامناسب لکھنے کا اقرار کیا تھا۔ مگر حضرت خاتم المحدثین نے انسانوں تک محدود نہ رہ کر ملائکہ کو بھی شامل کر لیا۔ ہم یہاں وہ مطاعن جو تحفۂ اثنا عشریہ میں بیان ہوئے ہیں، نقل نہیں کرتے، ناظرین خود سمجھ لیں کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب نے حرف نامناسب لکھنے کا اقرار کیا تھا، تو وہ لکھا جو بطور نمونہ ہم ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۷ سے اوپر نقل کر چکے ہیں۔ اور خاتم المحدثین نے جو مطاعن اور نقائص لکھنے کا اقرار کیا ہے تو پھر کیا کچھ نہ لکھا ہو گا۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ جن وجوہ سے دیوبندیوں کے نزدیک مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اہلِ بیت، صحابہ، ملائکہ اور انبیاء کے نقائص بیان کر کے بھی ان کی ہتک کرنے والے نہیں سمجھے جاتے، انہیں وجوہ کی بناء پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ بعض الزامی فقرات لکھنے پر ائمہ کرام کی توہین کرنے سے بَری الذمہ کیوں نہیں سمجھے جا سکتے۔

آخر میں ہم پھر یہ کہتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام نے ائمہ اہلبیت میں سے کسی کی توہین نہیں کی ہے۔ بلکہ آپ ان سب کو خدا کا پیارا اور طاہر و مطہر مانتے رہے ہیں۔ اور آپ کے خلفاء اور آپ کی جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ اوّل حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے ایڈیٹر "البیان" لکھنؤ کو حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کے متعلق جماعت احمدیہ کا عقیدہ حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرما

"تمام خاندانِ نبوّت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسنؓ سبط اکبر اور امام حسین سبط اصغر شہید کربلا اور ان کی والدہ بتول زہرا رضی اللہ عنہا سیدۃ نساء اہل الجنۃ سب کو اللہ تعالےٰ کا برگزیدہ گروہ بدل یقین کرتے ہیں صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہم اجمعین۔ اولاد امجاد مولیٰ مرتضےٰ علیہ السلام علی بن حسین زین العابدین اور محمدؑ باقر العلوم اور جعفر صادق سے لیکر زید بن علیؑ اور اولاد صادق علیہ السلام میں حسن بن عسکری تک سب کو علماء باعمل اور ائمۂ دین مانتے ہیں۔" (مرقاۃ الیقین صا۳۱)

اور آپ کے خلیفہ ثانی سیدنا امیر المؤمنین ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز نے تین سال کا عرصہ ہُوا کہ رسالہ "فلسفۂ فلاسفر" اسی وجہ سے ضبط کر کے جلوا دیا۔ کہ اس میں اہلِ بیت کے متعلق بھی نازیبا اور ناروا باتیں تھیں۔ آنجناب کا یہ حکم اخبار الفضل مجریہ ۲۹ر اگست ۱۹۳۵ء میں شایع ہو چکا ہے۔ جو درجِ ذیل ہے:۔

"میں نے فلسفۂ فلاسفر دیکھا، اس میں بعض لطائف ایسے ہیں، جو مسلمانوں، مسیحیوں، سکھّوں اور ہندوؤں کی دلآزاری کا موجب ہیں اور بعض ایسے ہیں جو عام اخلاق کے معیار سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ اور یقیناً ایسی کتاب کا جماعت احمدیہ کی طرف منسُوب ہونا اس کے لئے سامانِ ندامت پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس لئے مَیں ہدایت کرتا ہُوں کہ یہ کتاب چھپوانے والے احمدی کتب فروش کو سمجھا کر ان سے اس کتاب کے سب نسخے لیکر جلوا دیئے جائیں۔ اور اخبارات سلسلہ میں اس کا اعلان کیا جائے کہ اس کو ہم نہایت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور احمدی اخلاق کو مدنظر رکھتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ جماعت کا کوئی فرد نہ اسکو خریدے گا، اور نہ گھر میں رکھے گا، اور نہ فروخت کریگا۔ جس جس کے پاس یہ کتاب ہو اسے تلف کر دے۔"

Digitized by Khilafat Library

اس کتاب کے متعلق یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ احراری زعماء جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال اور نفرت پھیلانے میں اس کی بعض عبارتیں آجتک پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ہماری طرف سے اسکے خلاف اظہارِ نفرت کا اعلان ہو چکا ہے۔ کیا ان حالات میں کوئی منصف مزاج انسان یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے مخالفین دیانتداری سے کام لیتے ہیں؟ ⁂

اسلامی مجالس

(۲)

اسلامی مجالس لغویات سے کیونکر پاک تھیں؟ اسے یوں سمجھ لو کہ بانیٔ اسلام کسی افسانہ گوئی کی مجلس میں شامل ہونے کے لئے ایک رات اپنے دعویٰ نبوت سے قبل تشریف لیجارہے تھے، تو محافظِ حقیقی نے آپ کی یوں حفاظت فرمائی کہ آپؐ راستہ میں کسی کام کے لئے جو ٹھہرے تو وہیں نیند آگئی، اور صبح تک سوتے رہے۔ خدا نے اپنے نبی کو لغو مجلس کی شرکت سے بچا کر یہ بتادیا کہ جب اُسے یہ بھی منظور نہیں کہ مسلمان لغو مجالس میں شامل ہوں، تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود اسلامی مجالس میں لغویات کی اجازت دی جائے۔

پھر اسلامی مجالس کی اخلاقیت اور پاکیزگی کا ایک پہلو یہ ہے، کہ عورتوں اور مردوں کی مجالس کو عام طور پر علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔ اور باہمی اختلاط سے روکتے ہوئے مردوں اور عورتوں کو منع کر دیا کہ وہ پہلو بہ پہلو بیٹھیں۔ حدیث میں آتا ہے، کہ صحابیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مردوں کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں، کیوں ہمارے لئے بھی ایک دن نہیں مقرر فرما دیتے کہ ہم بھی اس میں جمع ہو کر حضور کے ارشادات سُن سکیں؟ مجالس کی پاکیزگی کے اس پہلو میں اسلامی مجالس منفرد ہیں۔

اسلامی مجالس کی اخلاقیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلامی مجالس اور ان میں شامل ہونے والوں کے لئے کچھ آداب مقرر کر دیئے، تا مجالس سے حقیقی رنگ میں فائدہ اٹھایا جاسکے۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی کتاب "احمدیت یا حقیقی اسلام" میں انہیں یکجائی شکل میں بیان کر دیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

پہلا ادب اسلام نے ہم کو یہ سکھایا ہے، کہ جس جگہ اجتماع ہونا ہو، اُسے پاک وصاف رکھنا چاہیئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی جگہوں میں بخور جلانے کو پسند فرماتے تھے۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ مجلس میں شامل ہونیوالے لوگ خود اپنے تئیں پاک وصاف بنا کر اس میں شامل ہوں۔ چنانچہ نہ صرف یہ کہ اسلام میں اس بات کی ممانعت ہے، کہ لوگ پیاز لہسن وغیرہ بدبودار

اشیاء کھا کر مجالس میں آئیں، بلکہ یہ بھی ہدایت ہے کہ خوشبو لگا کر مجالس میں آنا چاہیئے۔ ہر جمعہ کو نہانا واجب اور خوشبو لگانا سنت قرار دینے کا ایک مقصد یہ بھی ہے۔

تیسرا ادب یہ ہے کہ لوگ مجلس میں اس طور سے بیٹھیں کہ ایک کا سانس دوسرے کو پہونچکر تکلیف دینے کا موجب نہ بنے۔ عہدِ نبویؐ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ متعدی امراض والے مریضوں کو مجالس میں شریک ہونے سے روک دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حجِ بیت اللہ سے محض اسلئے منع کر دیا کہ اسے جذام تھا۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ مجلس میں ایک دفعہ شریک ہو کر پھر میر مجلس کی اجازت کے بغیر اٹھکر نہ جانا چاہیئے۔

چھٹا ادب یہ ہے کہ مجلس میں شور و شغب نہ کیا جائے۔ احادیث میں آتا ہے، کہ مجالس نبویؐ میں صحابہ اس طمانینت اور سکوت سے شامل ہوتے تھے کَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِھِمُ الْغِرْبَان کہ کوّے جیسا محتاط جانور بھی نہ اُڑ سکے۔

ساتواں ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص عارضی طور پر اپنی جگہ چھوڑ کر جائے، تو دوسرے کو اس کی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ اور اگر بیٹھے بھی تو ضروری ہے کہ اسکے آنے پر وہ جگہ خالی کر دیجائے۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ دورانِ تقریر میں اگر کوئی بات خلافِ طبیعت بھی ہو رہی ہے، تو اس میں ہنگامہ نہیں برپا کرنا چاہیئے، بلکہ خاموشی سے سُننا چاہیئے۔ اور اگر ضرورت ہو تو بعد میں اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

نواں ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص کلام کرنے لگے تو لوگوں کو چاہیئے اس کی باتیں پوری توجہ سے سُنیں، اور یہ حالت نہ ہو، کہ انہیں کہنا پڑے کہ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا۔

دسواں ادب یہ ہے کہ دو شخص جو بالارادہ پاس پاس بیٹھے ہوں، انکے درمیان نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ خواہ ان کے درمیان جگہ خالی ہی پڑی ہو۔

گیارھواں ادب یہ ہے کہ جب مجلس میں کوئی اور شخص آجائے، تو اس کے لئے جگہ بنا دینی چاہیئے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ (مجادلہ۔۱)

بارھواں ادب یہ ہے کہ مجالس میں ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، امر بالصدقہ، اور امر باصلاح بین الناس کا اصول کارفرما رہنا چاہیئے۔

اسلامی مجالس کی حقیقت، انکے لوازم و خصائص، انکی جامعیّت، کاملیّت اور اخلاقیت کے تینوں عنوانوں پر بحث کے بعد اب وقت آیا ہے۔ کہ اس کی افادیت کو ظاہر کیا جائے۔ اور بتلایا جائے کہ اسلامی مجالس میں دنیا کیلئے کس عظیم الشان اصلاح کا فرض سرانجام دیا گیا۔ دنیا میں مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ بہترین دماغ جمع ہوتے ہیں۔ اور وہ طویل ترین اوقات بعض مسائل کو سلجھانے اور بعض مخصوص نتائج کو حاصل کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہمیشہ انہیں اس میں کامیابی ہوتی ہے؟ کیا ہمیشہ وہ اپنے مقصود کو پالیتے ہیں؟ افسوس! مجالسِ عالم کی تاریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہیں۔ تمدّن کے مختلف دَوروں میں جو عظیم الشان مجالس منعقد ہوئیں، اُنکی تاریخ کا مطالعہ کرنیسے معلوم ہوگا کہ ایسی مجالس بسا اوقات اپنے مقاصد میں ناکام رہی ہیں۔ خاص طور پر ان حالات میں جب واقعاتِ عالم کی رفتار ان کے مدِّ نظر مقاصد کے خلاف جارہی ہو۔

امریکہ نے اپنے تمام سیاسی، معاشرتی، اور روحانی ذرائع کو اس مقصد کے حصول کیلئے ختم کر دیا، کہ کسی طرح اپنے ملک کی سب سے بڑی مجلس کے فیصلہ کے مطابق ملک کو شراب نوشی کی لعنت سے بچایا جائے۔ لیکن جانتے ہو واقعہ کیا ہے؟ آج ملک پہلے سے بھی زیادہ اس لعنت میں گرفتار ہے، دنیا کی سب سے بڑی بین الاقوامی مجلس جمعیت الاقوام نے چاہا کہ کسی طرح دنیا کو جنگوں کی ہلاکت آفرینیوں سے بچایا جائے۔ اور باہمی جدال و قتال بند ہو۔ لیکن اپنے عظیم مقصد کی برگزیدگی، پاکیزگی برتری اور بلندی کے باوجود آج بیس سال کی اَن تھک، مسلسل اور پیہم کوششوں کے بعد فضائے عالم میں پھر وہی جنگ کے مہیب بادل پہلے سے بھی زیادہ تندی اور تیزی کے ساتھ منڈلاتی نظر آتے ہیں

اسکے مقابلہ میں مجالس اسلامی کی افادیت پر نظر کرو۔ اسلامی مجلسیں اسوقت منعقد ہونا شروع ہوئیں، جب ساری دُنیا مسلمانوں کی مخالف تھی۔ صنادیدِ قریش اپنے تمامتر سامان کے ساتھ ان بے کسوں اور بے سامانوں کے مقابلہ میں صف آرا تھے۔ اسلام کے بے یار و مددگار نام لیواؤں نے ارقمؓ کے گھر جو کوہِ صفا کے دامن میں واقع تھا، تین سال تک خفیہ مجلسیں منعقد کیں۔ پھر

کوہِ صفا پر علی الاعلان وعظ وتلقین کیلئے نکلے۔ اور تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا کے توہین آمیز اور مایوس کُن الفاظ سُنے۔ لیکن کیا تاریخ ہمیں یہی بتلاتی ہے، کہ آخر تک یہی حالت قائم رہی؟ نہیں! ایسا نہیں ہوُا۔ بلکہ آخر وہ وقت آگیا جب اسلامی مجالس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئیں۔ اور وہ عظیم الشان محفل منعقد کی گئی جس میں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا اعلان کیا گیا۔ پھر اسلامی مجالس اسوقت منعقد ہونا شروع ہوئیں، جب دنیا خدا سے دُور تھی۔ روحانیت سے اُسکو کوئی نسبت نہ تھی ہر نوع کی بدی، بدکاری اور بدکرداری اپنے کمال پر تھی۔ دینداری کا آفتاب بیدینی کی تاریک گھٹاؤں میں چھپا ہوُا تھا۔ دل زنگ آلود تھے۔ قلوب واذہان پر بُرائی کے تَو بر تَو پردے چڑھے ہوئے تھے۔ کوئی بُرائی، کوئی بدی، کوئی بدخلقی ایسی نہ تھی جس کا لوگ ارتکاب نہ کر رہے ہوں۔ لیکن ان خرابیوں، ان تباہیوں، ان بربادیوں کے مقابلہ میں جو اعلیٰ اور بہتر روحانی، اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی تغیرات مجالسِ اسلامی نے ربع صدی کے اندر ربعِ مسکون کے وسیع رقبہ میں پیدا کردیئے، وہ دُنیا کی تمام کونسلیں، پارلیمنٹیں، ریشتاغیں، سیاسی مجلسیں، مذہبی انجمنیں، تذکر وتذکیر کی محفلیں مل کر بھی پیدا نہیں کر سکتیں۔

اسلامی مجالس رُوحانیت پیدا کرنے پر آئیں تو جلد ہی اس کے ایک اجتماع میں دس ہزار قدوسی موجود ہو گئے۔ انہی شبستانِ عیش کی رونقوں کو بڑھانیوالوں میں شب بیدار پیدا کردیئے۔ بسیار خوروں، خوش گپیوں میں اوقات کو ضایع کرنیوالوں، اور راتوں کی خلوتوں کو سیاہ کاری میں بسر کرنے والوں میں قائم اللیل وصائم النہار پیدا کردیئے۔ اسلامی مجالس نے سیاست کو اختیار کیا تو قیصر وکسریٰ کی باجبروت سلطنتیں تہ وبالا ہو کر رہ گئیں۔ ملکی انتظام کی طرف توجہ کی تو صنعا سے حضرموت تک ایک عورت یکہ وتنہا سفر کرنے لگی۔ اور اسے بجز خدا کسی کا ڈر نہ رہا جنگجو پیدا کئے تو ایسے، کہ جنہوں نے جنگ آوری میں ممتاز شاہ زوروں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ غرض اسلامی مجالس اپنے تمام لوازم اور خصائص کے ساتھ بے نظیر، بےمثال اور کامل تھیں۔ لیکن افسوس آج کے مسلمان اپنی اس میراث کو بھی ضایع کر چکے ہیں، اور اب یہ حالت ہے ؎

نہ وہ ساقی، نہ وہ مطرب، نہ وہ نغمے، نہ وہ محفل۔ آج وہ مجلسیں منعقد کرتے تو ہیں۔ لیکن انمیں نہ پہلی کی سی کاملیت ہے، نہ جامعیت، نہ اخلاقیت ہے اور نہ افادیت۔ انکے ہاں عیش وعشرت کی محفلیں تو ہیں

ارشاد اللبیب الٰی کسر الصّلیب

یعنی

شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب

Digitized by Khilafat Library

(۴)

عقیدۂ شبیہ پر اعتراض اور مولوی صاحب کی بے بسی مولوی صاحب کے اس عقیدے پر کہ حضرت مسیح کی شکل و شباہت کسی غیر پر ڈالدی گئی تھی، اور وہ مصلوب ہوا تھا، یہ زبردست اعتراض پڑتا ہے، کہ جب آپ کو یہ مسلّم ہے، کہ صلیب پر ضرور کوئی ایسا شخص چڑھایا گیا تھا جس کے تمام اعضاء مسیح کے اعضا تھے، اور گویا وہ ہو بہو مسیح ابن مریم ہی تھا، تو پھر اس کے مسیح ہونے میں کیا شبہ باقی رہ گیا - اس کا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا ہے کہ "مشابہت صوری سے اتحاد ذوات لازم نہیں آتا، جیسے کہ حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کے بصورت بشری آنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا - پھر حضرت جبریل کا جواب ذکر کیا - اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ - اس سے ظاہر ہو گیا - کہ باوجود بشری صورت میں ہونیکے حقیقتِ ملکیت ان سے منتزع نہیں ہوئی تھی - بلکہ فرشتے کے فرشتے ہی تھے - اسی طرح جو شخص حضرت مسیح کا ہمشکل بنایا گیا تھا، اس کی ذات اور حقیقت وہی رہی تھی جو شباہت پڑنیسے پیشتر تھی - گو حضرت مسیح کی صورت اس پر ڈالدی گئی تھی - الخ" (صہ ۸۲)

اقول - اوّلاً - ہم کب کہتے ہیں کہ "اس سے اتحاد ذوات لازم آتا ہے" یا القاء شِبہ سے ذاتِ مُلقیٰ علیہ متغیر ہو جاتی ہے - ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ اگر القاء شِبہ انسانٍ علٰی انسانٍ آخر جائز اور ممکن ہو تو اس سے اتحاد ذوات لازم نہیں آئیگا - لیکن ہمیں تو سرے سے القاء شبہ ہی سے انکار ہے، جس کا کوئی عقلی اور نقلی ثبوت آپ نے پیش نہیں کیا، اور نہ کر سکتے ہیں - باقی رہا ملائکہ کا بشری صورت میں متمثل ہونا، تو یہ زیر بحث نہیں - کسی انسان کی شکل و شباہت کسی دوسرے انسان پر ڈالا جانا ثابت کیجئے، اس طریق پر کہ مثلاً زید کی شکل

ہوبہو اور بعینہٖ بکر پر پڑ گئی ہو۔ اور ان دونوں میں قطعاً کسی قسم کا امتیاز اور فرق باقی نہ رہا ہو حتیٰ کہ زید کے والدین، رشتہ دار اور اسکے دوست و دشمن، غرض کہ سب واقف و آشنا بکر ہی کو بلا تردّد زید یقین کر رہے ہوں جیسا کہ بقول آپ کے مسیح کے معاملے میں ہؤا۔

ثانیاً۔ اس نے تو اپنے آپکو عیسیٰؑ ہی سمجھ لیا تھا اسی لئے تو خاموشی سے صلیب پر لٹک کر جان دیدی۔ ورنہ اس کا شور و شر اور واویلا کرنا لازمی تھا۔

ثالثاً۔ ہمارا استدلال تو اس سے صرف اس قدر ہے کہ تمام دیکھنے والوں نے اُسے مسیح سمجھا۔ اس نے خود بھی (کم از کم خاموشی سے) اپنے آپکو مسیح ظاہر کیا۔ پس مسیح کا صلیب پر چڑھنا ایک تاریخی واقعہ ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بس۔ اور ظاہر ہے کہ آپکا جواب اس استدلال کو باطل نہیں کر سکا۔

رابعاً۔ ملائکہ کا بشری شکل میں نظر آنا ایک کشفی رنگ تھا۔ اور وہ دیکھنا "رُؤیۃ قلبیۃ" تھی وَلَمْ یُفَارِقْ جبریلُ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی (روح المعانی جلد ۷، ص۶۳) نہ کہ ظاہری حواس سے وہ انسان نظر آتے تھے۔ اور کشف میں تو بے رُوح چیزیں جاندار اور بولتی چالتی نظر آسکتی ہیں۔

خامساً۔ کیا حضرت دحیہ کلبی اس وقت الگ وجود میں تھے یا جبریل اور انکا ایک ہی وجود تھا۔

سادساً۔ کیا حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں حضرت جبریل آئے تھے تو سب نے اُسے دحیہ کلبی ہی یقین کیا تھا، اور انکے دل میں بھی یہی یقین تھا، کہ میں دحیہ کلبی ہوں۔ حتیٰ کہ اگر دحیہ کے متعلق کسی سزا کا فیصلہ ہوتا اور وہ اسے دیدی جاتی، تو کیا یہ سمجھکر کہ میں دحیہ کلبی ہُوں، اس سزا کا مستحق اپنے آپکو سمجھ لیتے۔

سابعاً۔ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ آپکی پیش کردہ مثالوں میں ایک وجود کا بطور تمثل نظر آنا مذکور ہے یعنی اسکا اپنی اصلی ہیئت اور شکل کے علاوہ ایک اور شکل میں بھی مرئی ہونا بیان ہؤا ہے، نہ یہ کہ اس کی واقعی شکل کسی دوسرے انسان پر پڑ گئی۔ جیسے حضرت مریم، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام پر فرشتوں کا ظاہر ہونا۔ اور اگر مسیح کے معاملہ میں بھی یہی صورت تجویز کی جائے، تو ظاہر ہے کہ پھر یہود کا اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ کہنا راست ہے۔ وھذا باطل فذالک مثلہٗ۔

ثامناً۔ یہاں ایک پاک وجود دوسرے پاک وجود کی شکل میں نظر آیا حقیقۃً دونوں اپنا الگ الگ تشخص رکھتے تھے۔ اور امر زیر بحث میں ایک بے ایمان یہودی خدا کے پاک نبی کی شکل میں ظاہر ہؤا۔ اور اسوقت اس یہودی کا علیحدہ کوئی تشخص نہ تھا وَبَیْنَھُمَا بَوْنٌ بَیِّنٌ۔

تاسعًا۔ حضرت جبریل انسانی شکل میں صرف آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کو نظر آتے مگر وہ مردود امزعوم شبیہ مسیح) کفار کو بھی مسیح نظر آیا۔ فافترقا۔

واقعہ صلیب اور یہود و نصارٰی حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھنے سے انکار کرنیکے خلاف یہ ایک زبردست اور وزنی ثبوت ہے کہ مسیح کے دیکھنے والے اسکے حالات سے آگاہ اور جنکے ہاتھوں اور جنکی آنکھوں کے سامنے واقعہ صلیب وقوع پذیر ہؤا۔ یعنی نصارٰی جو مسیح کے خیر خواہ اور یہود جو اس کے بدخواہ تھے، اور بقول مولوی ثناء اللہ صاحب "یہود و نصارٰی سے زائد اور نصارٰی یہودیوں سے بڑھکر انکے حالات کے متلاشی تھے" (تفسیر ثنائی جلد ۲ صـ۳۰) اور کہ "حضرت مسیح کے حالات دیکھنے والے جو انکے حالات کو تحقیق کرنے میں ہم سے زیادہ مصروف تھے" (ایضاً صـ۳۱) یہ "دونوں فریق یہود و نصارٰی کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب و مقتول ہؤا ہے" (ایضاً صـ۳۳) اور علاوہ انکے اس وقت کی رومی گورنمنٹ کے آدمی بھی جو ان دونوں سے الگ تھے، یہی شہادت دیتے ہیں کہ خود حضرت عیسٰے ہی صلیب پر چڑھائے گئے تھے، تو ان دوست و دشمن کی اتفاقی شہادت اور اس زبردست تاریخی اور ناقابل رد ثبوت کے مقابلے میں ہزاروں سال بعد کسی کا یہ کہدینا کہ ایک منظم اور باقاعدہ گورنمنٹ کے ذمے وار افسروں، عہدے داروں اور کارکنوں کو بھی جو یہ معاملہ سرانجام دے رہے تھے غلطی لگی۔ پھر نصارٰی بھی غلطی پر ہیں اور یہود بھی غلط کہتے ہیں۔ وہ تو حقیقت میں کوئی اور شخص تھا کس قدر مضحکہ خیز اور طفلانہ بات ہے۔ اسکے جواب میں مولوی صاحب لکھتے ہیں "جناب یہود کے قول کو تو اللہ نے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے باطل کر دیا اور انہیں اس قولِ زور کے سبب ملعون قرار دیا اور آپ ابھی تک ان کے تواتر پر اترا رہے ہیں" (صـ۸۳)

Digitized by Khilafat Library

اقول۔ **اوّلاً**۔ مولوی صاحب! دھوکا دہی سے باز آئیں۔ آیت مذکورہ میں صلیب پر چڑھنے کی نفی نہیں کی گئی کما ثبت فی محلہ۔ اور نہ محض اس سبب سے انہیں ملعون قرار دیا گیا ہے، بلکہ مصلوب اور مقتول کا دعوٰی کرنیکی وجہ سے کہ جسکا نتیجہ نعوذ باللہ ملعونیتِ مسیح نکالتے تھے، انہیں ملعون و مردود قرار دیا گیا ہے۔ اور اس سے ہمیں کب انکار ہے رہی انکی یہ شہادت کہ جو شخص صلیب پر چڑھایا گیا تھا وہ انکو بعینہٖ عیسٰے نظر آتا تھا آپ کو بھی مسلم ہے۔ پس معلق علی الصلیب کا یہود کے نزدیک عیسٰے ہونا، ایک ایسا تواتر ہے کہ جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے پھر انکے اس قول کو "قولِ زور" قرار دینا کہاں کی فرزانگی ہے۔ اور وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ سے "اس قول" کو باطل سمجھنا چہ معنے دارد؟ **ثانیًا**۔ اکیلے یہود تو ایسا نہیں کہتے اسوقت کی تمام موجودہ جماعتیں یہی شہادت دے

رہی ہیں۔ وھٰذا ظاھر لمن لہ علم بالتواریخ۔

قولہ:۔ "یہ کس جاہل سے سیکھا تھا کہ نصاریٰ مسیح کے مصلوب ہونے پر اتفاق رکھتے تھے" ص۸۳

اقول:۔ "سردار اہلحدیث مولانا ثناء اللہ صاحب" سے۔ سُنئے! وہ لکھتے ہیں:۔

(الف) "یہود و نصاریٰ، جو حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلاً بعد نسلٍ سُننے والے ہیں" اس پر متفق ہیں۔ کہ حضرت ممدوح سولی دیئے گئے"۔ (تفسیر ثنائی جلد ۲ ص۳)

(ب) "خدا کی شان ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اس خصوصیت میں خاص ممتاز ہیں۔ کسی نبی کے حالات اس طرح مخالفین اور موافقین نے قلمبند نہیں کئے جس طرح حضرت موصوف کے۔ معتقدین نصاریٰ نے انجیلوں میں اور یہودیوں نے اپنی تاریخ میں ان کے حالات قلمبند کر رکھے ہیں۔ ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی ہے۔ . . . . اور ہمارے سامنے تواتر سے دو باتیں ثابت ہیں۔ ایک حضرت عیسےٰ کا سُولی پر مرنا الخ"، (رسالہ فتح ربانی ص۱)

(ج) "بوقت نزولِ قرآن شریف یہودی اور عیسائی دونوں متفق تھے کہ مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا" (ثنائی پاکٹ بک مطبوعہ مارچ ۱۹۳۴ء ص۵۷)

مولوی صاحب کی ان عبارات میں بتصریح یہ تسلیم کیا گیا ہے، کہ یہود اور نصاریٰ دونوں قوموں کے نزدیک خود حضرت مسیح علیہ السلام بنفسِ نفیس صلیب پر لٹکائے گئے تھے، نہ کہ ان کا کوئی ہم شکل اور کہ ان دونوں قوموں کا اس امر پر اتفاق اور تواتر ہے۔

پھر ہم نے یہ سیکھا ہے اُس سے جو بقول آپکے "عالم نبیل، فاضل جلیل، صوفی محقق، شیخ مدقق" ہے، یعنی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔ وہ لکھتے ہیں (ا) "سُنئے! قبل از واقعہ صلیب مسیح کے زندہ بجسدہ العنصری اٹھایا جانے کا کوئی اہل کتاب میں سے قائل نہیں"۔ (سیف ص۱۵) (ب) "یہود و نصاریٰ کا چشم دید بیان ہے، کہ ایک شخص سولی پر دیا گیا۔ اور اسی صدمہ سے مر بھی گیا۔ جس کو وہ دونوں اپنے زعم میں مسیح خیال کرتے تھے" (سیف ص۱۶۵) (ج) "حضرت عیسےٰ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے" (سیف ص۱۷۳) (د) "چونکہ یہود و نصاریٰ بالاتفاق مسیح کو مقتول بالصلیب مانتے ہیں تو قبل از قتل صحیح و سالم آسمان کی طرف اٹھایا جانا ان کے معتقدات سے ہرگز نہیں ہوسکتا" (سیف ص۱۷۹)

Digitized by Khilafat Library

وصیّتیں

نمبر ۵۱۹۸۔ منکہ عبدالرحیم ولد عبدالرحمٰن مرحوم بھیر وی قوم اوان پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۸/۴۸ حسب وصیت کرتا ہوں میری جائداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ تیس روپے ہے مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائداد ثابت ہو اُسکے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائیگا۔ العبد۔ عبدالرحیم حال کوئٹہ آرسنل گواہ شدہ۔ نواب الدین کلرک آرسنل کوئٹہ۔ گواہ شد۔ چراغدین آرسنل کلرک کوئٹہ بلوچستان۔

نمبر ۵۲۳۴۔ منکہ نذیر احمد ولد چوہدری امام الدین صاحب قوم جٹ چٹھہ پیشہ ملازمت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت اندازاً جنوری ۱۹۲۰ء ساکن بازدار والہ ڈاکخانہ مخدوم رشید ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۹/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میری اسوقت کوئی جائداد نہیں۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضلِ خدا زندہ ہیں۔ (۲) میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت مبلغ -/۱۹ روپے ماہوار ہے میں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۳) میری وفات پر جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ تحریر کردی ہے کہ سند رہے۔ العبد۔ نذیر احمد بقلم خود۔ گواہ شد۔ امام الدین والد نذیر احمد موصی۔ گواہ شد۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال

نمبر ۵۲۳۵۔ منکہ اللہ دتا ولد مہر ابراہیم قوم ارائیں پیشہ تجارت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت نومبر ۱۹۳۵ء ساکن ویرووال افغاناں ڈاکخانہ خاص ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۸/۴۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد دس روپیہ ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصّہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میرے مرنیکے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ اللہ دتا بقلم خود موصی۔ گواہ شدہ۔ شیخ عابد علی سیکرٹری احمدیہ دار التبلیغ ویرووال افغاناں۔ گواہ شدہ عبد المجید خاں بقلم خود۔ امیر المجاہدین حلقہ تحریک جدید ویرووال افغاناں۔

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۲۱۵ء۔ منکہ نصیر الدین ولد عمر الدین قوم افغان پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن دیب گراں ڈاکخانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۸/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائداد کوئی نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ ۳۰ روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اور یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنیکے وقت جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ نصیر الدین پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ باغبانپورہ دیکھی نیٹر و ملیریا سپروائزر موضع بیگم پورہ متصل باغبانپورہ لاہور۔ گواہ شد۔ محمد اسلم لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور۔ گواہ شد۔ بشیر احمد عفاء اللہ عنہ ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور

نمبر ۵۲۴۳ء۔ منکہ عبدالرحیم عارف ولد میاں جواہر محمد صاحب قوم ارائیں پیشہ طالبعلمی عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۱/۸/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت دس روپے ماہوار آمد ہے جو تعلیمی وظیفہ کے طور پہ مجھے ایک بزرگ سے ملتے ہیں۔ اسکے دسویں حصہ کی وصیت میں بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اس آمد میں اگر کسی وقت کسی وجہ سے کمی آجائے یا وہ بفضل خداوند کریم بڑھ جائے۔ تو جو آمد مجھے واقعہ میں ماہوار ہوتی رہے گی اس کے دسویں حصہ کی مستحق ہمیشہ صدر انجمن احمدیہ قادیان رہے گی۔ جس کو میں انشاء اللہ ماہوار ادا کرتا رہونگا میری فوتیدگی پر اگر میری کوئی جائداد پائی جاوے تو دسواں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ عبدالرحیم عارف مولوی فاضل پی ٹی چھیلہ قادیان۔ گواہ شد۔ محمد طفیل خاں عفا اللہ عنہ مدرسہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد۔ عبدالرحمن مدرس مدرسہ احمدیہ

نمبر ۵۲۳۹ء۔ منکہ محمد اسمٰعیل ولد محمد ابراہیم صاحب قوم کمہار پیشہ نلکہ سازی عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن کلاسوالہ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۸/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد بصورت اوزار وسامان متعلقہ نلکہ سازی واثاث البیت قیمتی اندازاً ایکصد روپیہ ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس جائداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت اندازاً -/۲۵ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی

Digitized by Khilafat Library

روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر کر دی کہ سند رہے۔ العبد:۔ مستری محمد اسمٰعیل بقلم خود حال دنیا پور ڈاکخانہ خاص تحصیل لودھراں ضلع ملتان۔ گواہ شد:۔ چوہدری غلام قادر ملازم زراعت دُنیا پور ضلع ملتان۔ گواہ شد:۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان۔ بقلم خود ؛

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۲۳۳:۔ منکہ رشید احمد ولد چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن چہور ڈاکخانہ خاص تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ ۹/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد غیر منقولہ میرے بھائیوں کے ساتھ مشترک ہے۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری متروکہ جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ میری آمد صرف زمینداره سے ہے جو غیر معین ہے۔ بہر حال جو بھی آمد نی ہوتی رہیگی اس کا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت آمد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ بعد ادائگی حصہ وصیت کردہ بقایا جائداد میری متروکہ کی تقسیم بموجب شرع محمدی کیجائے۔ میں رواج کا پابند نہیں رہنا چاہتا۔ العبد۔ رشید احمد بقلم خود حال نصرت آباد اسٹیٹ تھرپارکر سندھ۔ گواہ شد:۔ چوہدری بشیر احمد سب جج دہلی حال وارد نصرت آباد۔ گواہ شد:۔ محمد اکرام حال وارد نصرت آباد۔ گواہ شد:۔ احمد الدین میڈیکل پریکٹشنر نصرت آباد سندھ ؛

نمبر ۵۱۴۹:۔ منکہ مستری کریم بخش ولد غریب اللہ صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ نجار عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۴ء ساکن دہلی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گذارہ اسوقت ماہوار آمد پر ہے۔ جو ہر ماہ کم و بیش ہوتی رہتی ہے جس کی ماہوار اوسط تقریباً ۳۰ روپے ماہوار ہے میں اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ماہ بماہ کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور جو رقم میں اپنی زندگی میں ادا کروں وہ اس حصہ جائداد سے جس کی کہ میں نے وصیت کی ہے منہا سمجھی جائیگی۔ العبد۔ کریم بخش مستری۔ گواہ شد۔ شیخ محمد یعقوب ٹیچر ایم بی سکول کوچہ چیلاں دھلی۔ گواہ شد۔ عبد المجید بیری والا باغ نزد پل بنگش۔ دہلی ؛

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ

سُرمہ نور رجسٹرڈ

دنیا میں اسی سُرمہ نور سُرموں کے سرتاج کی دھوم مچ رہی ہے

ڈاکٹر، اطبّاء، رؤساء، امراء کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسم اشتہار بنا رہا ہے۔ جملہ امراضِ چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے۔

قیمت فی تولہ دو روپیہ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ: شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیحؑ قادیان پنجاب

امرت بُوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے کمزور سے کمزور انسان مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے۔ امرت بوٹی تمام بے احتیاطیوں کیلئے زبردست اکسیر ہے۔ امرت بوٹی بوڑھوں اور کمزوروں کو طاقت بخشتی ہے۔ امرت بوٹی مردانہ کمزوریوں اور کثرتِ پیشاب، کمزوری مثانہ۔ ذیابیطس وغیرہ کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے معدہ۔ دل۔ جگر۔ دماغ قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو دُبلے۔ پتلے کمزور رہتے ہوں ان کے لئے ایک بہترین اکسیر ہے قیمت ۵۰ گولی کی شیشی عہ۔ ۱۰۰ گولی معہ برقی مالش للعہ

پائرس ٹوتھ پاؤڈر اینڈ پائرس لوشن۔ پائیریا۔ ماسخورہ و دیگر جملہ امراضِ دندان کیلئے یہ دونوں اکسیریں بہت مفید اور سالہاسال کی مجرب ہیں۔ قیمت ہر دو اکسیرات صرف عہ۔

ملنے کا پتہ: مینجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ پنجاب

Digitized by Khilafat Library

قرصِ محافظِ نسل

Digitized by Khilafat Library

یہ قرص اسقاط حمل کو روکنے کے لئے اکسیر ثابت ہو چکے ہیں حمل کو برقرار رکھنے کے علاوہ دورانِ حمل میں اسکے استعمال سے بچہّ ذہین۔ خوبصورت اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور جملہ بیماریوں مثلاً مسّان۔ اُمُّ الصبیان وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ہزاروں خاندان جنکے ہاں مُردہ بچّے پیدا ہوتے تھے، یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے تھے، اسکے استعمال سے اولاد کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ استقرارِ حمل سے وضع حمل تک یہ قرص حاملہ استعمال کرے۔ بچہّ کی پیدائش سے دودھ پلانیکے زمانہ تک بچہّ کو بھی استعمال کرائیں۔ پرچہ ترکیبِ استعمال ہمراہ ہو گا؛

قیمت فی شیشی ۶۰ گولی عہ۔ مکمل خوراک کی قیمت مبلغ ۱۱ روپے

ملنے کا پتہ

ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ

زینت محل لال کنواں۔ دھلی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱

سٹ خریدنے کا آخری موقع

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی پچیس سالہ خلافت جوبلی کی خوشی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چالیس کتب کو سٹوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور قیمت برائے نام رکھی گئی ہے۔ اب یہ کتابیں بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئی ہیں۔ لہٰذا دوست اس آخری موقع سے جلد از جلد فائدہ حاصل کریں:

سٹ ۱ سابقہ قیمت چار روپے موجودہ رعایتی قیمت صرف دو روپے

فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ آسمانی فیصلہ۔ نشانِ آسمانی۔ حجۃ الاسلام۔ انوار الاسلام۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ تحفہ قیصریہ۔ کشتی نوح۔ ستارہ قیصرہ۔ رسالہ جہاد۔ سناتن دھرم۔ نور القرآن حصہ اول و دوم۔ پرانی تحریریں تقریرین۔ درثمین فارسی۔ درثمین اردو۔ سبز اشتہار۔ الوصیت۔

سٹ ۲ سابقہ قیمت تین روپیہ ۸ آنہ موجودہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

اتمام الحجۃ۔ اربعین۔ ضرورۃ الامام۔ سراج منیر۔ استفتاء اردو۔ تحفۃ الندوہ۔ ضیاء الحق۔ چشمۂ مسیحی۔ حجۃ اللہ نسیم دعوت۔ پیغام صلح۔ کشف الغطاء۔ الانذار۔ الندا من وحی السماء۔ ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی حقیقۃ المہدی۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ آریہ دھرم۔ احمدی اور غیر احمدی میں فرق۔ تجلیات الٰہیہ

سٹ ۳ سابقہ قیمت پانچ روپیہ ۹ آنہ
موجودہ قیمت ساڑھے تین روپیہ

براہین احمدیہ ہر سہ حصہ۔ بخاری شریف پارہ اول از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ذکر حبیب۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ فتح اسلام۔ کشتی نوح۔

انگریزی کتب کا نہایت شاندار سٹ۔ قیمت ساڑھے تین روپے

پیغام صلح۔ اسلامی نماز۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ امن اور خوشی کا راستہ۔ اسلام اور اس کا مقابلہ دیگر مذاہب کے ساتھ۔ اقتباسات قرآن۔ پیغام آسمانی۔ امام زمانہ۔ احمدی اور غیر احمدی میں فرق۔ وِنڈیکیشن آف پیغمبر اسلام علیہ السلام۔

خاکسار محمد اشرف مینیجر بک ڈپو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام مرزا عبدالحق صاحب پرنٹر و پبلشر چھپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا)

Digitized by Khilafat Library